ڈاکٹر نثار احمد☆

مخالفت قریش

نوعیت، اسباب، احوال، تاریخ

(۱)

سیرت رسول عربی، قریشی، ہاشمی و مطلبی، فداہ امی وابی اور مخالفت قریش دونوں لازم وملزوم ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ تذکرۂ نبوی ﷺ ہو اور مخالفت قریش کا ذکر نہ ہو۔ پیغام اسلام، دعوت حق، اور تبلیغ دین کا بیان ہو اور قریشی رویے، ان کے ظالمانہ سلوک، اور فاسقانہ طرز عمل سے تعرض نہ کیا جائے۔

مخالفت وعداوت قریش، تاریخی طور پر دو مراحل پر مشتمل ہے۔ مخالفت قریش کے پہلے مرحلے کا بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آغاز ہوتا ہے اور یہ مرحلہ آپ ﷺ کی ہجرت مدینہ سے پہلے تک پوری شدت سے جاری رہتا ہے۔ یعنی عہد نبوی ﷺ کا ابتدائی تیرہ سالہ مکی عہد (۶۱۰ء تا ۶۲۲ء) اس میں داخل ہے۔ سیرت نگاران ختم الرسل نے مخالفت قریش کے حوالے سے عام طور پر اس دور کو زیادہ اہمیت دی ہے اور اس کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ سیرت النبی ﷺ پر لکھی جانے والی شاید ہی کوئی کتاب اس پر بحث سے، کوئی تحریر اس کے بیان سے، اور کوئی تصنیف اس کے ذکر سے خالی ہو۔ یہ عہد نہ صرف یہ کہ نزول قرآن، آغاز اسلام، اور حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کے اعتبار سے بہت اہمیت رکھتا ہے بلکہ اسلامی تاریخ کی اصل اور بنیادی یہی دور ہے۔ انسانیت کا شاہراہ ہدایت پر نیا سفر اسی عہد میں شروع ہوا، اسلامی معاشرے کی داغ بیل اسی زمانے میں پڑی، نئی شریعت کا آغاز، نئی امت کی تشکیل اور نئی تہذیب کی اساس اسی دوران استوار ہوئی۔

مخالفت قریش کا دوسرا دور جسے عام طور پر پہلے دور کی طرح اہمیت نہیں دی گئی ہجرت مدینہ کے فوراً بعد شروع ہوا، اور بالآخر فتح مکہ کے ساتھ ہی اس کا اختتام ہوگیا۔ یہ گویا (۱ھ تا ۸ھ/۶۲۲ء تا ۶۳۰ء) آٹھ سال پر محیط ہے۔ یہ دور عہد ماقبل سے بھی زیادہ اہم ہے۔ ہجرت بجائے خود ترقی دین متین

☆ سابق رئیس کلیہ فنون وصدر شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی

اور سرفرازیٔ ملت کا باعث ہوئی۔ سرور دنیا و دیں ﷺ اہل مدینہ کی دعوت پر مدینہ طیبہ پہنچے تو وہاں کی کایا پلٹ گئی۔ چھوٹی سے بستی نے بہ تدبیر نبوی ﷺ اور بہ تائید الٰہی ایک مجتمع مملکت کی شکل اختیار کر لی۔ مسلمانوں کا ضعف قوت میں بدل گیا، اور وہ قریش کے دست تظلم سے نجات پا گئے۔ آنے والا ہر دن اہل اسلام کے لئے کامیابی و کامرانی لے کر آیا۔ دعوت حق نے عرب و عجم کی سرحدیں پار کرلیں۔ قریش کی جنگجویانہ کاروائیاں، ان کی سازشیں، یہود و مشرک قوتوں سے ان کا گٹھ جوڑ، اور انفرادی و اجتماعی ہر طرح کی جارحیت، نہ اس ہاشمی و مطلبی ﷺ کا بال بیکا کر سکی، نہ مدینہ کو تاخت و تاراج کرنے کا ناپاک قریشی منصوبہ بروئے کار آسکا، نہ آواز حق کو بندگان الٰہی کی ساعتوں تک پہنچنے سے وہ روک سکے۔ حتی کہ مکہ مکرمہ میں جو مسلمان اپنے سینوں میں اسلام کی امانت لئے آباد تھے، ان کا بھی کفار کچھ نہ بگاڑ سکے۔ اور جب ۸ھ میں مدنی آقا ۱۰ ہزار قدسیوں کے جلو میں پیغمبرانہ شان و شکوہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں جلوہ آرا ہوا، تو سارے قریش مکہ سرنگوں ہو گئے، اور ان کا گرنا تھا کہ ذرا سی مدت میں سارا عرب گلدستہ اطاعت لئے آستانہ رسالت مآب ﷺ پر حاضر ہوگیا۔ البتہ تکمیل دین، اور اتمام نعمت اسلام کی منزل اور کار رسالت ختم المرسلین کا کمال ابھی باقی تھا۔

اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ مخالفت قریش کا آغاز و اختتام ۲۱ سالہ مدت کا احاطہ کرتا ہے۔ جب کہ آنحضور ﷺ کے کار نبوت و رسالت کا دائرہ ۲۳ سال پر محیط ہے، اور نزول قرآن کا سلسلہ بھی ۲۳ سال تک جاری رہا۔ اور یہ بھی معلوم و معروف ہے کہ حضور ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی ولادت اور بعثت مبارکہ قریش میں ہوئی، آپ ﷺ کی دعوت اور قرآن کے اولین مخاطب قریش ہی تھے۔ حاملان دین متین پہلے پہل وہی بنے، اسلامی تاریخ کی نقش گری ان ہی کے ہاتھوں ہوئی۔ اس لئے نزول قرآن کی تاریخ، سیرت امام الانبیاء علیہ اطیب التحیۃ والثناء کی تفصیل اسلامی تاریخ کے ارتقا اور مسلمانوں کی منزل بہ منزل پیش قدمی جاننے کے لئے قریش کا حوالہ اور مخالفت قریش کا مطالعہ ناگزیر حیثیت رکھتا ہے۔

لیکن افسوس کہ مخالفت قریش کی ایسی مربوط تاریخ سامنے نہیں آئی جو مخالفت قریش کے دونوں ادوار عروج و زوال پر حاوی ہو اور جس کے پیش نظر قریش کی نوعیت و اہمیت، آغاز، اسباب، احوال، اثرات، اور اس کے انجام کو سمجھا جاسکے۔ یہ صحیح ہے کہ مخالفت قریش کا بحیثیت موضوع مطالعہ مجرد طور پر نہیں ہوسکتا، کیونکہ مخالفت قریش اور دعوت حق کا آغاز و ارتقا الگ الگ نہیں ہوا، بلکہ باہم مربوط و مسلسل ہوا۔ تاہم بادل الگ گرجتے، برستے ہیں اور قوس قزح کے دھنک رنگ الگ نمایاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ

بعض ضمنی مباحث سے تعرض بھی ناگزیر ہوگا، مثلاً دعوتِ نبوی کے انداز و اطوار کے ساتھ ساتھ اشاعت اسلام کی رفتار، مخاطبین کے رویے اور اس عمومی تاثر کا تجزیہ کہ ہادیٔ اعظم ﷺ کی شبانہ روز مساعی جمیلہ کے باوجود دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے نفوس قدسیہ گنتی کے چند لوگ تھے(۱)۔ یا ان کی تعداد بہت کم یا محدود تھی (۲)۔ یا مثلاً مخالفت قریش کے اولین ۱۳ سالہ مکی دور کے کئی مباحث ایسے ہیں جنہیں تحقیق و تفحیص کے باب میں جتنی اہمیت حاصل ہونی چاہئے تھی وہ میسر نہ آسکی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مختلف النوع موضوعات اگرچہ مدتوں سے قبول عام کا درجہ رکھتے ہیں اور کم از کم اردو سیرت نگاری میں گذشتہ صدی سے نقل در نقل کی صورت میں برابر جلوہ گر ہو رہے ہیں، لیکن انہیں نئی معلومات کی روشنی میں پھر سے نہیں جانچا گیا، نہ مآخذ تاریخ اسلامی کے تناظر میں تحقیق و تنقید کی کسوٹی پر پرکھا گیا، اور نہ ان میں پنہاں تضادات و تسامحات کو دور کیا گیا۔ مثلاً دعوت نبوی کا ابتدائی تین سالہ عہد یا عام خیال کے مطابق خفیہ تبلیغ کا زمانہ (جسے حالیہ برسوں میں ہی موضوع تحقیق بنایا گیا ہے اور جس کے نتیجے میں بہت سی گنجلک لیے باتیں صاف ہوگئی ہیں۔ پیغام رسالت کی وسعتیں، دعوت حق کے اولین مخاطبین اور مخالفین، اشاعت اسلام کی رفتار، خاندان بنو ہاشم کا مقاطعہ یا محصوری؟ شعب ابی طالب کا محل وقوع، ہجرت حبشہ، و مدینہ کے اصل محرکات وغیرہ وغیرہ (۳)۔

(۲)

ہماری معلومات کی حد تک مولانا شبلی نعمانی علیہ الرحمہ پہلے مصنف اور سیرت نگار ہیں جنہوں نے اردو زبان میں آج سے تقریباً ایک صدی پہلے ۱۹۰۵ء میں مخالفت قریش کے اسباب کو بطور عنوان لکھا اور سنجیدہ بحث و نظر کے ذریعے اسے قرار واقعی اہمیت عطا کی (۴)۔ یہ صحیح ہے کہ اردو میں سیرت نگاری کی تاریخ کافی پرانی ہے، اور مولانا شبلی رحمہ اللہ سے پہلے بھی حیات و ذکر رسول ﷺ اور متعلقات کتب و رسائل کی اشاعت ہو چکی تھی، لیکن مولانا شبلی کو یہ امتیاز خاص حاصل ہے کہ انہوں نے میلاد ناموں، سوانحی تذکروں، اور قصہ و قصص سے آگے بڑھ کر تحقیق و تدقیق کے جھنڈے گاڑے اور سیرت کو واقعی سیرت بنا کر ایک بزرگ علم کی حیثیت سے دنیا میں متعارف کرایا (۵)۔ چنانچہ ہمارے اردو سیرت لٹریچر میں مولانا شبلی کی کتاب سیرۃ النبی ﷺ کو بلا شبہ ایک لازوال علمی کارنامے کی حیثیت حاصل ہے۔ اور زبان، بیان اور شان جامعیت میں اس کا مقام تمام تر ہم عصر تحریروں میں بہت بلند ہے۔

مولانا شبلی کے زمانے میں اور پھر ان کے بعد سے اب تک سیرت نگاران رسول ﷺ کا

لامتناہی سلسلہ ہنوز جاری وساری ہے اور یقیناً تاابد روزافزوں رہے گا۔ لہذا ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ مگر ہاں ممتاز ومشہور علماء وفضلاء، مورخ وسیرت نگار، محققین ومصنفین کی موقر کتابوں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ موضوع زیر بحث یعنی ''مخالفت قریش کے اسباب وعوامل'' کو بہت زیادہ درخور اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ اس اجمال کی تفصیل کے لئے چند مثالوں کا ذکر مناسب ہوگا۔

مولانا شبلی کے ایک ہم عصر پروفیسر سید نواب علی (۶) نے اپنی کتاب ''سیرت رسول اللہ'' میں تبلیغ کے مشکلات (۷) کے تحت تقریباً ایک پیراگراف میں وجوہ مخالفت قریش پر روشنی ڈالی ہے (۸)۔ تاہم اس میں مولانا شبلی کے بیان پر کوئی اضافہ نہیں۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے ''رحمۃ للعالمین'' میں قریش کی مخالفت کے زیر عنوان کوئی بحث تو نہیں کی، لیکن تقریباً پندرہ سطروں میں وجوہات بیان کر دی ہیں (۹)۔ مولانا شبلی پر اضافہ ان کے ہاں بھی نہیں پایا جاتا۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی تصنیف اس بحث سے خالی ہے (۱۰)۔ مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری کی کتاب ''اصح السیر'' اس موضوع سے تعرض نہیں کرتی (۱۱)۔ جدید مصنفین میں سے ابوالکلام آزاد (۱۲)، ڈاکٹر محمد عزیر (۱۳)، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر (۱۴)، مولانا وحید الدین خاں (۱۵)، ڈاکٹر خالد علوی (۱۶)، استاد محمد حسین ہیکل (۱۷)، وغیرہ کی کتابوں میں بھی مخالفت قریش پر بحث نہیں کی گئی۔ ہاں البتہ مولانا جعفر پھلواری (۱۸)، مولانا ابوسلیم محمد عبد الحی (۱۹)، اور جناب نعیم صدیقی (۲۰) نے اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔ مولانا وحید الدین خاں نے اس موضوع پر مختصر گفتگو ''پیغمبر انقلاب'' میں حصہ دوم کے تحت ''دعوت کا ردعمل'' میں کی ہے۔ یہاں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کی کتاب ''سیرت سرور عالم'' (۲۱) اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ اس میں مولانا موصوف نے اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے اور نسبتاً زیادہ وسیع تناظر میں ''دعوت اسلامی کی حقیقی نوعیت۔ مشرکین کی عداوت کے اسباب اور ان کی ناکامی کی وجوہ'' کے زیر عنوان مختلف پہلوؤں کا مطالعہ کیا ہے (۲۲)۔ ایک اور مصنف غلام احمد پرویز نے اپنی کتاب ''معراج انسانیت'' میں آویزش حق و باطل اور استقامت کے تحت اپنے مخصوص انداز فکر وپیشکش کے ساتھ مخالفت قریش اور اس کے متعلقات پر روشنی ڈالی ہے۔ (۲۳)

یہ مختصر جائزہ ظاہر کرتا ہے کہ اپنے موضوع پر علمی وتحقیقی پیش رفت کے لئے ہمیں اصلاً علامہ مولانا شبلی کے بیان کو ہی مدار بحث بنانا ہوگا۔

(۳)

مخالفت قریش کے اسباب پر جو بحث مولانا شبلی نے اپنی کتاب سیرۃ النبی میں کی ہے (۲۴) اسے بہ تمام وکمال نقل کرنا تو ظاہر ہے، غیر ضروری ہے۔ ہاں البتہ بطور خلاصہ چند الفاظ کی ناگزیر ردو بدل اور اصل نکتے کو نمایاں کرنے کے لئے، ان کے بیان کردہ اسباب کو مندرجہ ذیل ترتیب سے پیش کیا جاسکتا ہے:

۱۔ آبائی رسم وعقائد کے خلاف تحریک

ناتربیت یافتہ اور تندخو قوموں کا خاصہ ہے کہ کوئی تحریک جو ان کے آبائی رسم وعقائد کے خلاف ہو، ان کو سخت برہم کردیتی ہے (۲۵)۔ عرب (قوم بھی مختلف نہ تھی، وہاں کے لوگ) مدت دراز سے بت پرستی میں مبتلا تھے۔ نیز اس وقت خانۂ کعبہ تین سو ساٹھ معبودوں سے مزین بت پرستی کا سب سے بڑا مرکز (مکہ میں قائم) تھا۔ جب کہ ان کا خدائے اعظم ہبل تھا۔ (۲۶)

۲۔ عزت، جاہ واقتدار کو خطرہ

اپنی عزت وعظمت، جاہ واقتدار اور عالمگیر اثر تحلیل ہوجانے کا بھی قریش کو خدشہ تھا (۲۷)۔ کیونکہ قریش کو خانۂ کعبہ کے سبب خاندان الٰہی جیسا تقدس حاصل تھا۔ وہ کعبے کے مجاور اور کلید بردار تھے جس کی وجہ سے تمام عرب میں گویا ان کی مذہبی حکومت وسیادت مسلمہ تھی (۲۹)۔ کعبے کا انتظام وانصرام قریش کے مختلف خاندانوں کے سپرد تھا۔ جس کے نگران وذمے دار قریش کے ایسے روسائے اعظم تھے جن کی عظمت واقتدار کا اثر تمام مکہ پر قائم تھا (۳۰)۔ اور یہی لوگ تھے جنہوں نے اسلام کی سخت مخالفت کی۔ قریش کا یہ خیال بھی تھا کہ نبوت کا منصب اعظم اگر کسی کو ملتا تو مکے یا طائف کے کسی رئیس کو (۳۱) (ملنا چاہئے تھا، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں بڑا صاحب اولاد اور زیادہ دولت مند ہوتا)

۳۔ عیسائیت سے قریش کی نفرت

قریش کو عیسائیوں سے بالطبع نفرت تھی۔ کیونکہ ابرہہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے آیا تھا۔ قریش عیسائیوں کے مقابلے میں پارسیوں (فارسیوں/ایرانیوں) کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اسلام اور نصرانیت میں بہت سی باتیں مشترک تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس زمانے میں اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ چنانچہ قریش کو خیال ہوا (ہوگا) کہ آنحضرت ﷺ درپردہ عیسائیت قائم کرنا چاہتے ہیں (۳۲)۔

۴۔ بنو ہاشم و بنو امیہ کی خاندانی رقابت

ایک بڑا سبب قبائل کی خاندانی رقابت تھی۔ قریش میں دو قبیلے نہایت ممتاز اور حریف یک دیگر تھے (۳۳)۔ آنحضرت ﷺ کی نبوت کو خاندان بنو امیہ اپنے رقیب (بنو ہاشم) کی فتح خیال کرتا تھا۔ اس لئے سب سے زیادہ اسی قبیلے نے آنحضرت ﷺ کی مخالفت کی (۳۴)۔ بنو امیہ کے بعد جس قبیلے کو بنو ہاشم کی برابری کا دعویٰ تھا وہ بنو مخزوم کا تھا (۳۵)۔

۵۔ بداخلاقیوں کی پردہ دری

ایک بڑا سبب یہ تھا کہ قریش میں سخت بداخلاقیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ بڑے بڑے ارباب اقتدار نہایت ذلیل بداخلاقیوں کے مرتکب تھے (۳۶)۔ (از روئے قرآن) وہ جھوٹے، جھوٹی قسمیں کھانے والے، بدگو، بدخو، چغل خور، عیب جو، بخیل و حاسد تھے۔ کبر و غرور، نخوت دولت و اقتدار کے رسیا اور شراب و کباب کے بہ کثرت عادی تھے (۳۷)۔ قرآن میں ان بدکاروں کی شان میں آیتیں نازل ہوئی تھیں گو کہ ان آیات کا طریقہ بیان عام ہوتا تھا (اور نام تو نہ لیا جاتا تھا تب بھی) جاننے والے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ روئے سخن کس کی طرف ہے (۳۸)۔

۶۔ معبودان باطل کی بیخ کنی

مخالفت کی سب سے بڑی وجہ جس کا اثر تمام قریش بلکہ تمام عرب پر یکساں تھا۔ یہ تھا کہ جو معبودان باطل (بتوں کی شکل میں عموماً) سینکڑوں برس سے (اہل عرب کے) حاجت روائے عام تھے اسلام ان کا نام و نشان مٹانا چاہتا تھا (۳۹)۔

مولانا شبلی نعمانیؒ کے مندرجہ بالا اسباب ستہ میں سے پہلے، دوسرے، پانچویں اور چھٹے یعنی اسباب اربعہ کی تائید و توثیق تو بڑی حد تک اسلامی تاریخ کے قدیم و جدید اور ابتدائی و ثانوی مآخذ سے اور خود قرآن حکیم سے بھی ہوتی ہے۔ جو اسلامی تاریخ کا پہلا مآخذ، ہم عصر شہادت، نص قطعی، حیات سرور کونین اور کارنامہ ہائے رسالت کا پہلا بیان، ظاہر و باطن، داخل و خارج، ہر اعتبار سے حق اور سچ، اور دنیا میں پایا جانے والا مستند ترین ذریعہ معلومات ہے۔ اسی لئے آبائی رسم و عقائد کے خلاف تحریک، عزت و جاہ و اقتدار کو خطرہ، بداخلاقیوں کی پردہ دری، اور معبودان باطل کی بیخ کنی کے زیر عنوان اسباب کے حوالے

سے زیادہ قیل وقال اور بحث ومباحثہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ البتہ ان میں سے دو اسباب، یعنی ایک عیسائیت سے قریش کی نفرت اور دوسرے بنو ہاشم و بنو امیہ کی خاندانی رقابت بہت کچھ محل نظر ہیں، اور قرآن و تاریخ کی روشنی میں ظاہر ہونے والے حقائق سے ان کی تصدیق نہیں ہوتی، بلکہ برعکس صورت حال سامنے آتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک بہت خاص اور بنیادی سبب جو نہ صرف مولانا شبلی کے ہاں مذکور نہیں بلکہ جس کی طرف عموماً توجہ نہیں دی گئی، حالانکہ وہی سبب اصل کارفرما حیثیت رکھتا ہے، اور جو آپ ﷺ کی دعوت کے نتیجے میں پیدا ہوا، اور ہر ایک کے جذبات کو برانگیختہ اور اس جاہلی معاشرے کے بڑوں کو سیخ پا کرنے کا باعث ہوا۔ اور جس کے نتیجے میں مخالفت کی آگ ہر طرف بھڑک اٹھی۔ اس سبب کی نشاندہی ہم آئندہ صفحات میں مناسب موقع پر کریں گے۔

(۴)

اب آگے بڑھنے سے پہلے اور اسباب مخالفت قریش پر براہ راست گفتگو سے قبل چند ایسے نکات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے جو نہ صرف یہ کہ اصل موضوع کے مالہ و ماعلیہ کو سمجھنے کے لئے ناگزیر ہیں، بلکہ جن کو نظر انداز کرنے سے مخالفت وعداوت کی نمود کا پتہ نہیں چل سکتا۔

۱۔ دعوت اسلام اور نبوت و رسالت کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ اور دیگر اہل ایمان سے مخالفت قریش کا زمانہ آغاز بعثت (انبوی/۱۳ق ھ/۶۱۰ء) سے فتح مکہ (۸ھ/۶۳۰ء) تک ہے۔ یعنی تعلقات کا یہ دور خاص کم وبیش بیس سالوں پر محیط ہے۔ اس لئے تبلیغ رسالت محمدی (ﷺ) کے ابتدائی تیرہ سالہ مکی عہد (بعثت تا ہجرت/ ۱تا۱۳ نبوی/ ۶۱۰ء تا ۶۲۲ء) میں مخالفت قریش اور اس کے اسباب کا مطالعہ دراصل پورے کل کا ایک جزو (اگرچہ لاینفک) ہے۔ یہ نکتہ اس لحاظ سے بہت قابل غور ہے کہ کہیں قریش کی طرف سے مخالفت یا ان سے مخاصمانہ تعلقات کی انتہا ''ہجرت مدینہ'' قرار نہ دے دی جائے۔ مکی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کی ہجرت اور حضور نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ میں قیام فرمانے کے بعد بھی قریش نہ صرف یہ کہ فوج کشی کرتے رہے، بلکہ اپنے ایک ایک آدمی کو قیمتی سمجھتے ہوئے یہ کوشش کرتے رہے کہ کوئی ٹوٹ ہی جائے تو اس پر عرصہ زندگی تنگ کر دیں۔ چنانچہ حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ جو ابوجہل کے سگے بھائی اور قدیم الاسلام تھے۔ ہجرت کے بعد مدینے چلے گئے تھے (اور ابھی قباء میں قیام فرما تھے) کہ حارث بن ہشام جو ان کے ماں جائے بھائی تھے وہ انہیں مکہ واپس لے گئے اور قید کر دیا، غزوات بدر، احد اور خندق کے بعد رہائی ملی۔ یہی سلوک سلمہ بن ہشام بن مغیرہ کے ساتھ ہوا۔ وہ بھی

مہاجرین حبشہ میں سے تھے بعد ازاں انہیں مکہ میں گرفتار کرلیا گیا اور بدر، احد اور خندق کے بعد مدینہ تشریف لا سکے (۴۰)۔ ایک اور مثال ولید بن ولید مخزومی کی ہے جنہوں نے قریش کی طرف سے جنگ بدر میں حصہ لیا، قید ہوئے اور فدیہ پر رہا ہوئے۔ بھائی چھڑا کر مکہ واپس لے جانے لگے تو انہیں راستے میں چکمہ دے کر مدینے واپس پہنچ گئے اور اسلام قبول کرلیا، ان کے اہل خاندان کو یہ کیسے گوارا ہوسکتا تھا۔ چنانچہ بھائیوں نے مکروفریب سے مکے لے جا کر قید کردیا (۴۱)۔

۲۔ دعوت نبوی ﷺ اور مخالفت قریش کی تاریخ الگ الگ نہیں ہے۔ اس لئے دونوں کا ظہور و وقوع ایک ہی زمانے میں ایک ساتھ ہوا۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے وابستہ و پیوستہ ہیں۔ اس لئے دونوں (پہلوؤں) کو ایک دوسرے کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔ دونوں کا نشوونما ایک ہی سرزمین پر، ایک ہی قسم کے تمدنی، تاریخی، اور طبعی احوال وظروف میں ہوا۔ اور عمل وردعمل کی حدت وشدت کو دونوں طرف یکساں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ مکہ میں اشاعت اسلام کے حوالے سے یہ غلط فہمی تاریخی حقائق کے خلاف ہے کہ ہجرت نبوی کے نتیجہ میں مکہ مکرمہ مسلمانوں سے خالی ہوگیا تھا (۴۲)۔ یا چند کے سوا، تمام مسلمان مکہ سے چلے گئے تھے، یا اہل مکہ میں قبول اسلام کی صلاحیت باقی نہ رہی تھی، حالانکہ بقول ایک مصنف مسلمانان مکہ کی اکثریت نے ہجرت ضرور کی تھی لیکن اسلام تو وہاں سے رخصت نہیں ہوا تھا (۴۳)۔ چنانچہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے آس پاس اہل مکہ میں فروغ اسلام کا زمانہ شاندار ہے، جب کہ فتح مکہ کے ساتھ ہی پورا مکہ آستانہ اسلام پر سرنگوں ہوگیا۔

۳۔ جس طرح دعوت حق اسلام کو اپنے آغاز، شیوع اور نفوذ میں مختلف مراحل، نشیب وفراز، حالات ومسائل سے گزرنا پڑا، اس طرح مخالفت، مخاصمت، عداوت، اس کے طور طریقوں، حکمت عملی، اور اظہار، مظاہر میں بھی فرق، اتار چڑھاؤ آتا رہا۔ اور حالات ومعاملات میں تبدیلی کے تحت دعوت اور مخالفت، دونوں کی کیفیت وکمیت متاثر ہوتی رہی، پھر علانیہ دعوت، بہ تقاضائے رسالت ہوئی۔ انفرادی ملاقاتوں میں، دعوتوں میں، مجالس عام میں، حج کے اجتماعیت میں، گھر، بازار، خانہ کعبہ میں اور اردگرد خیمہ وخرگاہ میں، ہر جگہ جہاں جب موقع ملتا اور جس طرح ممکن ہوتا، اللہ کا فرستادہ اعلان حق پر آمادہ رہتا۔ پھر داعی حق کا کلام (۴۴) تکلم کی تمام رعنائیوں کے ساتھ اور وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (۴۵) کی نغمگی سے ہم آہنگ۔ اس کا کردار بے مثال (۴۶)، اس کا پیغام جانفزا (۴۷) اور اس کا خلوص وللہیت (۴۸) مخاطب پر اثر کئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ اور یوں دیئے سے دیا روشن ہوتا چلا گیا۔

مخالفت قریش کا بھی ایک رنگ نہ تھا، ناروا پروپیگنڈا، کٹ حجتیاں، غنڈہ گردی، منظم منفی محاذ، مقاطعہ اور نظر بندی (۴۹)، چھچھوری اور ذلیل حرکات، اہل ایمان کی تضحیک و تذلیل، مبلغ معظم پر دست درازیاں (۵۰) یہاں تک کہ آپ (ﷺ) کی شمع حیات گل کرنے کی کوشش، یعنی مخالفت میں آخری حد تک جانے میں بھی ظالموں، کافروں، مشرکوں کو باک نہ رہا۔

دونوں قسم کے رویوں سے یہ حقیقت سامنے آگئی کہ طاقت کے استعمال سے دلوں کو فتح نہیں کیا جا سکتا۔ اور ظلم وستم کے پہاڑ جوئے ہدایت کا راستہ کھوٹا نہیں کر سکتے مگر ہاں قلب ماہیت کے لئے ''خلق عظیم'' کی نرم پھوار اور لب خلوص سے نکلا ہوا ایک بول کافی ہے۔

۴۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم، اللہ کے آخری نبی اور رسول کی حیثیت سے چار دانگ عالم کے لئے بشیر ونذیر اور پوری انسانیت کے لئے آخری نجات دہندہ اور ہادی اعظم بن کر تشریف لائے (۵۱)۔ البتہ آپ کا ظہور، سرزمین عرب کے شہر مکہ مکرمہ میں ہوا۔ اس لئے لامحالہ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین، دعوت، پیغام کے مخاطب اول، مکہ مکرمہ اور اس کے مضافات (ام القریٰ ومن حولھا) (۵۲) کے باشندے ہونے کی حیثیت سے قریش (بطائح، ظواہر) اور ان کے غلام، موالی اور حلیف بنے (۵۳)۔ نتیجتاً اشاعت اسلام سے متاثر ہونے والے، دعوت حق کے علمبرداروں کا تعلق بھی ان ہی عناصر سے تھا، جب کہ دعوت نبوی ﷺ کے مخالفین، پیغام رسالت سے بغض وعناد رکھنے والے اور اسلام کے اعدا بھی یہی لوگ تھے۔ یہاں بعض جدید محققین اور مستشرقین کا یہ ادعا قابل اعتنا قرار نہیں دیا جا سکتا کہ آنحضرت ﷺ محض ایک پیغمبر تھے اور آپ کا لایا ہوا دین محض آپ کی اپنی قوم یا زیادہ سے زیادہ عربوں کے لئے تھا (۵۴)۔ یہ بات جیسا کہ ایک جدید مصنف نے درست لکھا ہے کہ سراسر غلط، گمراہ کن اور تاریخی حقائق کے خلاف ہے (۵۵)۔

۵۔ قرآن کی رو سے بطور اصول انبیاء ورسل کا اولین تخاطب معاشرے کے با اثر افراد، روسا، امرا، صاحبان اقتدار، اور قوم کے سرداروں، درباریوں اور اشراف (۵۶) (یا بہ زبان قرآن ''ملاء'' ۵۷) سے ہوتا ہے۔ چنانچہ مولانا امین احسن اصلاحی اس عنوان کے تحت کہ ''حضرات انبیائے کرام پہلے کن کو مخاطب کرتے ہیں'' لکھتے ہیں کہ حضرات انبیائے کرام سب سے پہلے قوم کے ارباب اثر کو مخاطب کرتے ہیں، اور ان کی اصلاح کو عوام کی اصلاح کا ذریعہ بناتے ہیں۔ پھر وضاحت کے لئے مثالیں دیتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے خود اپنے اس خاندان کو دعوت دی جو قوم

کی مذہبی پیشوائی کی مسند پر متمکن تھا، پھر اس بادشاہ کو دعوت دی جس کے ہاتھوں میں سیاسی اقتدار کی باگ تھی۔ اور جو اپنے آپ کو لوگوں کی زندگی اور موت کا مالک سمجھے بیٹھا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے حکم دیا کہ سب سے پہلے فرعون کو مخاطب کریں (۵۸) حضرت دانیال علیہ السلام نے اپنے وقت کے شہنشاہ اعظم بنوخد نصر کو دعوت دی، یرمیاہ نبی نے شمال کے بادشاہوں پر نبوت (پیش) کی، اسی طرح نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، لوط علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، سب کی دعوتیں قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ ان میں سے ہر نبی علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے وقت کے ارباب اقتدار اور متکبرین کو جھنجھوڑا اور ان کے افکار و نظریات پر ضرب لگائی۔ سب سے آخر میں آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ یہ لوگ عرب کی مذہبی حکومت کے ارباب حل وعقد تھے۔ اس واسطے سے سارے عرب کی اخلاقی اور سیاسی رہنمائی کر رہے تھے (۵۹)۔

پھر ہوتا یہ ہے کہ (بقول مولانا اصلاحی) جو لوگ ترتیب دعوت میں آگے ہیں، وہ قبول دعوت میں پیچھے رہ جاتے ہیں اور جو ترتیب دعوت میں پیچھے ہوتے ہیں وہ قبول دعوت میں آگے ہو جاتے ہیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ بات پوری ہو کر رہتی ہے کہ ''کتنے ہیں جو آگے ہیں وہ پیچھے رہ جائیں گے اور کتنے ہیں جو پیچھے ہیں وہ آگے ہو جائیں گے'' (۶۰)۔

۶۔ طبقہ اشراف اپنے مخصوص مفادات، ذاتی انا، ہٹ دھرمی، کبر ونخوت، غرور، ورعونت کے سبب اور اپنی جاہ ومنزلت، دولت مندی، جتھا بندی کو لاحق خطرات کے پیش نظر، دعوت حق کے مقابلے میں اپنی نرالی منطق اور خود ساختہ فلسفے کے تحت، تکذیب وانکار کی روش اور تنقید واستہزا کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ اور جو اس دعوت خیر وفلاح کو قبول کر لیتے ہیں اسے ان سے خدا واسطے کا بیر، بغض وعناد ہو جاتا ہے۔ (حضور ﷺ کے علاوہ دوسرے ہادیان برحق انبیاء ورسل کے زمانے میں بھی طبقہ اشراف الملاء کا یہی رویہ برقرار رہا) (۶۱) چنانچہ پھر اپنا غصہ اتارنے کے لئے، اپنی جھوٹی انا کی تسکین کے لئے، اپنے اقتدار واختیار کی نمائش کے لئے، یا اپنی برتری و بالادستی ثابت کرنے کے لئے، یہ طبقہ مومنین، مسلمین، صادقین وصالحین کے خلاف ڈٹ جاتا ہے اور اپنے زیر اثر طبقات اور زیر تصرف افراد پر (خواہ بھائی بند، عزیز رشتہ دار ہوں یا حلیف مولیٰ، غلام) ظلم وستم ڈھاتا ہے۔ لیکن جو چوٹ وہ دوسروں کو لگاتا ہے اس کی دھمک اپنے پتھر دل پر بھی محسوس کرتا ہے، اس کے ہاتھ کا ہر وار اپنے مخالف کے جسم کو توڑتا ہے لیکن اندر سے وہ خود بھی ٹوٹتا رہتا ہے، اپنے زیردست کو جو زک پہنچاتا ہے اس کا چرکا اس کے اوپر بھی لگتا ہے۔ یہاں تک کہ کچھ ہی

عرصے میں اس کی اپنی چٹان بھی ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ یہاں قرآن عظیم کے ان سادہ الفاظ میں کیسی معنویت پیدا ہو جاتی ہے کہ

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ(۶۲)

اور پتھروں میں سے تو ایسے بھی ہیں جن سے جاری ہوتی ہیں نہریں، اوران میں ایسے بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور نکلتا ہے اس میں سے پانی، اوران میں سے ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے۔

اور وہ جلد یا بادیر پکے ہوئے پھل کی طرح ٹوٹ کر دامان رسالت پناہ علیہ التحیۃ والصلوٰۃ میں گرتا ہے (۶۲/الف)۔

طبقہ اشراف کے انکار اور تمرد و سرکشی کے باوجود نہ تو انبیاء و رسل مایوس و دل شکستہ یا آزردہ خاطر ہوتے ہیں، نہ دعوت حق کے لئے اپنی مساعی شب روز ترک کرتے ہیں اور دوسرے اہل ایمان بھی۔ ان کے پائے استقلال و استقامت میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوتا۔ حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام ان (اشراف و امرا) کو اولیت و اہمیت دینے کے باوجود، معاشرے کے دوسرے طبقات کو بھی نظر انداز نہیں کرتے (۶۳)۔ درجہ بدرجہ وہ سب تک پہنچتے ہیں، ان کے پیغام کی دسترس سے کوئی باہر نہیں ہوتا۔ وہ ایک ایک جگنو کی تلاش میں رہتے ہیں جو اندھیرے میں ذرا سا بھی اجالا کر سکے۔ اور اس کوشش میں مصروف رہتے ہیں کہ ہر پتنگا جلنے سے بچ جائے (۶۴)۔ پھر وہ حضرات قدس اس معاملے میں اتنے حساس، اتنے حریص، اتنے متلاشی و متمنی کہ جان جوکھم میں ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ سورۃ الشعراء میں ارشاد ہے:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۝ (۶۴۔ الف)

(اے پیغمبرؐ) شاید تم اس (رنج) سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے

اور سورۃ الکہف میں فرمایا گیا:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (۶۴۔ب)

(اور آپ جو ان پر اتنا غم کھاتے ہیں) سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآنی) پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دے دیں گے۔

اس تفصیل کا مدعا یہ ہے کہ انکار و مخالفت کی پہل بھی طبقۂ اشراف کی طرف سے ہوتی ہے اور ظلم و ستم بھی وہی ڈھاتا ہے۔ جس کا نمایاں اظہار ۱۳ سالہ مکی عہد میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۷۔ اشاعت اسلام/ دعوت نبوی ﷺ کے فروغ، اور مخالفت قریش کے حوالے سے ایک ایسا تاثر جو عوامی حلقوں سے نکل کر علمی حلقوں تک پہنچ گیا ہے یہ ہے کہ اسلام کے اولین پیرو، اور دعوت ہادی اعظم ﷺ پر لبیک کہنے والے نہ صرف یہ کہ قلیل ترین بلکہ زیادہ تر غریب غربا، مفلس و نادار، کمزور، حقیر، بے سہارا اور ضعفا تھے۔ چنانچہ مولانا شبلی نے تو بطور کلیہ یہاں تک لکھ دیا ہے :

یہی سبب ہے کہ انبیاء کے ابتدائی پیرو ہمیشہ نادار اور مفلس لوگ ہوتے ہیں۔(۶۵)

اسی طرح مولانا عبدالرؤف دانا پوری سابقین اولین کی طویل فہرست نقل کرنے کے باوجود ابتدائی حلقہ بگوشان اسلام کے بارے میں تبصرہ فرماتے ہیں :

ان میں زیادہ غربا تھے، جن کا مکہ میں کوئی حامی نہ تھا، کچھ غلام تھے جو روسائے قریش کی نظروں میں کوئی عزت نہیں رکھتے تھے۔(۶۶)

مندرجہ بالا تاثرات و بیانات نہ صرف یہ کہ حقائق کے خلاف، واقعات کے برعکس اور انبیاء و رسل کی ترتیب دعوت و تبلیغ کے منافی ہیں، بلکہ اس نے چند در چند غلط فہمیوں اور مغالطہ آمیزیوں کو بھی مزید جنم دیا۔ مثلاً یہ سمجھا گیا کہ اسلام فقر و فاقہ، غربت (۶۷) اور کمزوری کا مذہب ہے۔ جب کہ بعض مصنفین، جدید محققین اور مستشرقین کے لئے روسائے قریش کی طرف سے مخالفت اور بعض غلام و موالی پر ظلم و ستم کو "طبقاتی کشمکش" کہنا اور تاریخ کی مادی تعبیر کے نقطہ نظر سے امرا و غربا کے مابین تصادم، زیردست و زبردست کا ٹکراؤ اور معاشی عوامل، عناصر کی کاروائی قرار دینا آسان ہو گیا۔(۶۸)

حالانکہ تاریخ اور واقعات کی شہادت یہ ظاہر کرتی ہے کہ اسلام کے اولین پیرو اور دعوت نبوی ﷺ پر ابتدائی دنوں، ابتدائی ہفتوں، مہینوں اور ابتدائی سالوں میں (کم از کم تین سالہ خفیہ تبلیغ کے زمانے میں ہی) لبیک کہنے والے حضرات صحابہ اہل ایمان، خواتین و حضرات (از روئے مرتبہ و منزلت اور بہ لحاظ [illegible] و معاشرت) زیادہ تر اونچے گھرانوں کے، کھاتے پیتے، عزت دار، اثر و رسوخ اور اچھی شہرت

والے لوگ تھے اور بحیثیت مجموعی ان اصحاب گرامی کا تعلق مکہ اور مضافات مکہ میں بسنے والے تمام قبائل قریش اور حلفا سے تھا۔ ان میں متعدد بڑے مالدار، معاشی طور پر مستحکم، سردار یا سرداروں کے فرزند اور (اس وقت قائم و موجود شہری مملکت مکہ یا) مکی اشرافیہ کے رکن رکین بھی تھے۔

چنانچہ ایک نظر ڈال لیجئے اور دیکھئے کہ یہ کون ہیں، کس حیثیت و مرتبے کے ہیں، یعنی حضرت خدیجہ (بنو اسد)، حضرت ابوبکر (بنو تمیم)، حضرت علی (بنو ہاشم)، حضرت عبیدہ بن الحارث (بنو المطلب)، حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ (بنو عبد شمس)، حضرت عثمان (بنو امیہ)، حضرت یزید بن زمعہ (بنو عبد العزیٰ)، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (بنو زہرہ)، حضرت سعید بن زید (بنو عدی)، حضرت مصعب بن عمیر (بنو عبد الدار)، حضرت عثمان بن مظعون (بنو جمح)، حضرت عبداللہ بن حذافہ (بنو سہم)، حضرت ارقم بن ابی الارقم (بنو مخزوم)، حضرت حاطب بن عمرو (بنو عامر بن لوئی)، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح (بنو فہر بن مالک)، حضرت طلیب بن عمرو (بنو عبد قصی)، حضرت امیمہ بنت خلف (بنو خزاعہ)، حضرت عبداللہ بن جحش بن رئاب (حلیف بنو امیہ)، حضرت عبداللہ بن مسعود (حلیف بنو زہرہ)، حضرت خالد بن بکیر (حلیف بنو عدی)، حضرت عمیر بن رئاب (حلیف بنو سہم)، رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ (۶۹) ان چند مثالوں سے ہی اہل ایمان کی سماجی یا معاشرتی حیثیت کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ اور بہ اعتبار تعداد بھی طبقۂ اہل ایمان کو قلیل ترین قرار دینا خلاف واقعہ ہے (یہ وضاحت پہلے کئی بار کی جا چکی ہے کہ علانیہ دعوت اور تبلیغ عام سے پہلے ہی تین سالہ ابتدائی خفیہ دعوتی دور میں ہی اہل ایمان کی تعداد اندازاً ۱۵۰ سے متجاوز کر چکی تھی۔ چنانچہ قدیم ترین مآخذ کے علاوہ سیرت رسول کی جدید اردو انگریزی تصانیف میں نقل کردہ سابقین اولین کی فہرستیں، (جو یقیناً نامکمل ہیں) اس پر شاہد عادل ہیں (۷۰)۔ علاوہ ازیں مستشرقین میں سے لیون کتانی اور منٹگمری واٹ نے ابتدائی مسلمانوں اور کفار و مشرکین کی جو فہرستیں مرتب کی ہیں، ان میں اگرچہ مختلف النوع اغلاط و تسامحات پائے جاتے ہیں، تاہم اہل ایمان کے قلیل ترین قرار دیئے جانے کی بہر حال نفی ہو جاتی ہے۔ یہاں بطور نمونہ مختلف قبائل، بطون و حلفائے قریش میں حاملان ایمان و اسلام کی تین سالہ خفیہ عہد میں تعداد کا سرسری اندازہ اگر صرف مولانا مودودی کی پیش کردہ فہرست کو سامنے رکھ کر کیا جائے (۷۱) جس میں اضافے کی پوری گنجائش موجود ہے تو پھر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ: بنو ہاشم ۴۔ بنو مطلب، ۱۔ بنو عبد شمس، ۲۔ بنو امیہ، ۵۔ حلفائے بنو امیہ، ۳۔ بنو تمیم، ۵۔ حلفا بنو تمیم، ۱۔ بنو اسد، ۴۔ بنو عبد العزیٰ، ۱۔ بنو زہرہ، ۹۔ حلفا بنو زہرہ، ۷۔ بنو عدی، ۱۰۔ حلفا بنو عدی، ۵۔ بنو عبد الدار، ۴۔ بنو جمح، ۱۱۔ بن سہم، ۱۳۔ حلفا بنو سہم، ۲۔ بنو

مخزوم، ۱۱۔ حلفا بنو مخزوم ۳۔ بنو عامر بن لوئی، ۱۰۔ بنو فہر بن مالک، ۶۔ بنو عبد قصی، ۱۔ وغیرہ کے وہ لوگ اس میں شامل ہیں جو قریش مکہ کے معزز سولہ خاندانوں سے تعلق رکھنے والے ۱۱۸ حضرات تھے۔ ان میں سے ۹۶ مرد اور ۲۲ خواتین تھیں۔ پھر ان کے علاوہ اچھی خاصی تعداد موالی، غلاموں اور لونڈیوں کی بھی تھی، جنہوں نے خفیہ دعوت کے ان تین سالوں میں اسلام قبول کیا، ان کی تعداد گیارہ تھی، جب کہ ابتدائی چار مسلمانوں حضرت خدیجہ، حضرت ابوبکر، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ ملا کر تعداد ۱۳۳ بن جاتی۔ اور اگر زوجہ حضرت عباس حضرت ام الفصل رضی اللہ عنہا کو شامل کر لیا جائے تو تعداد ۱۳۴ ہو جاتی ہے (۷۲)۔ اور اگر تین سالہ خفیہ عہد سے آگے معروف و مشہور روایت کے مطابق (۷۳) حضرت حمزہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ایمان لانے کے بعد ۶ نبوی میں مکی مسلمانوں کی تعداد دیکھی جائے تو یہ ایک ہم عصر سیرت نگار کے مطابق ایک ہزار سے بھی متجاوز تھی (۷۴)۔

اب جہاں تک ضعفاء المسلمین کا تعلق ہے تو اہل ایمان کی ایک محدود تعداد لونڈی، غلام اور موالی کی شکل میں بلاشبہ موجود تھی، لیکن طبقہ اشراف و آزاد کے مسلمانوں کی کثیر تعداد کے مقابلے میں انہیں بہت قابل ذکر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہ یہ نتیجہ نکالنا درست ہو سکتا ہے کہ انبیائے کرام کے ابتدائی پیرو ہمیشہ نادار اور مفلس لوگ ہوتے ہیں (۷۵)۔

تاریخ و سیرت کے ابتدائی مآخذ (ابن ہشام، ابن اثیر، یعقوبی، ابن حزم، ابن کثیر وغیرہ (۷۶)) اور مولانا شبلی نعمانی (۷۷) وجدید مصنفین (۷۸) کے پیش نظر اگر ضعفاء المسلمین، لونڈی، غلام، موالی کی تعداد کا اندازہ کیا جائے تو وہ بمشکل ڈیڑھ درجن یعنی ۱۸/۱۶ قرار پاتی ہے۔ مکی طبقاتی معاشرے کے لحاظ سے یہ طبقہ طبقہ اشراف، بڑے اور متوسط خاندانوں کے مقابلے میں مجموعی طور پر اگرچہ کم تر اور فروتر تھا، لیکن اس طبقے میں بھی موالی اور حلیف کا درجہ الگ تھا اور غلاموں کا الگ۔ موالی دو طرح کے تھے، ایک تو وہ آزاد شہری جو کسی علاقے میں بس جاتے تھے اور کسی خاندان سے رشتہ ولا استوار کر لیتے تھے۔ مثلاً حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ اور دوسرے آزاد کردہ غلام جو عموماً اپنے سابق آقا سے ہی رشتہ ولایت میں بندھے رہتے تھے۔ مثلاً حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔ حلفا اور موالی دونوں اپنے سرپرست خاندانوں کے افراد وارکان سمجھے جاتے تھے۔ عرب سماج میں حلیف برابر کے ساتھی تھے اور وہ مساوی سطح پر باہمی امداد وتعاون کا معاہدہ کرتے تھے، اور فریقین کو ان کی شرائط کا یکساں خیال رکھنا پڑتا تھا (۷۹)۔ چونکہ ضعفاء المسلمین میں موالی اور حلیف شامل ہیں مثلاً حضرت عمار اور حضرت یاسر رضی

اللہ عنہما بنو مخزوم کے حلیف تھے، حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ بنو تمیم کے اور حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ بنو زہرہ کے حلیف تھے اس طرح ان میں آزاد کردہ غلام (موالی) بھی شامل تھے مثلاً ابوفکیہہ یسار الجہمی رضی اللہ عنہ صفوان بن امیہ کے آزاد کردہ غلام، اور حضرت زنیرہ رومیہ رضی اللہ عنہا عمرو بن المؤمل کی آزاد کردہ باندی تھیں اس لئے ضعفا میں سے حلفاد موالی کو بے آسرا، بے سہارا، بے نام و نشان کہنا بھی درست نہیں ہوگا۔ بہرحال ان کا شمار کرنے کے لئے ہم ذیل میں ان حضرات صحابہ کی فہرست پیش کررہے ہیں جنہیں سرداران قریش کی طرف سے ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا:

حصہ الف

۱۔ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ	حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والد اور حضرت سمیہ کے شوہر۔ بنو مخزوم کے حلیف
۲۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ	بنو مخزوم کے حلیف۔ حضرت یاسر اور سمیہ رضی اللہ عنہما کے بیٹے
۳۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا	ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی لونڈی۔ حضرت عمار کی والدہ، اور اسلام کی راہ میں پہلی شہید، جنہیں ابوجہل نے برچھی ماری تھی
۴۔ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ	امیہ بن خلف کے غلام
۵۔ حضرت حمامہ رضی اللہ عنہا	والدہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔ مشرک آقا کی باندی
۶۔ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ	بنو زہرہ کے حلیف۔ ام انمار آہن گر عورت کے غلام
۷۔ حضرت زنیرہ رومیہ رضی اللہ عنہا	عمرو بن المؤمل کی آزاد کردہ لونڈی
۸۔ حضرت ابوفکیہہ جہمی رضی اللہ عنہ	صفوان بن امیہ کے آزاد کردہ غلام
۹۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ	طفیل بن عبداللہ کے غلام
۱۰۔ حضرت صہیب بن سان رضی اللہ عنہ	بنو تمیم کے حلیف
۱۱۔ حضرت ام عبیس/ام عمیس/ام عنیس رضی اللہ عنہا	اسود بن یغوث یا بنو زہرہ خاندان کی کنیز
۱۲۔ حضرت النہدیہ رضی اللہ عنہا	ولید بن مغیرہ کی باندی
۱۳ حضرت بنت نہدیہ رضی اللہ عنہا	ولید بن مغیرہ کی باندی

۱۴۔حضرت جاریہ بنی مؤمل رضی اللہ عنہا　بنو عدی بن کعب کی ایک باندی۔جن کو بہ زمانہ کفر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ترک اسلام پر مجبور کرنے کے لئے مار مار کے تھک جاتے تھے۔مگر وہ مومنہ صادقہ ثابت قدم رہی

۱۵۔حضرت محجن بن الادرع الاسلمی رضی اللہ عنہ　غیر قریش

۱۶　حضرت مسعود بن ربیعہ بن عمرو رضی اللہ عنہ　غیر قریش

حصہ ب

۱۷۔　ام ایمن برکۃ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہا

۱۸۔　حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

ان متذکرہ بالا لونڈی، غلاموں اور موالی واحلاف میں شامل ضعفاء المسلمین یا کمزور لوگوں کی یہ محدود، انگلیوں پر گنی جانے والی تعداد، اور مختصر فہرست کے حصہ اول میں زیادہ تر وہ حضرات ہیں جن پر قریش کے سرداروں اور طاقتوروں نے، اپنی ضد، انا، ہٹ دھرمی، طاقت کے نشے میں، قہر وجبر دکھایا، اور اپنی دانست میں دوسروں کو سبق سکھانے کے لئے ظلم وستم ڈھایا، اور اس امید پر ہر ممکن عذاب مسلط کیا کہ وہ کمزور، مجبور وناتواں بالآخر ٹوٹ جائیں گے، احد احد کہنے سے باز آجائیں گے اور عافیت طلب کرنے کے لئے دین محمدی ترک کردیں گے۔لیکن ان کا یہ زعم باطل کسی کمزور وضعیف، لونڈی غلام، بے آسرا بے سہارا کو راہ حق سے برگشتہ نہ کرسکا، اور تمام تر ابتلا وآزمائش کے باوجود وہ ایمان واسلام پر ایسے ثابت قدم رہے کہ خود مارنے ستانے والے ٹوٹ کر رہ گئے، اور ضعفاء المسلمین میں سے کوئی ایک متنفس بھی زعمائے قریش کی خواہش کے مطابق نہ جھکا، نہ بکا، نہ اس نے عزیمت کی راہ ترک کر کے رخصت کی رعایت سے فائدہ اٹھایا۔کمزوروں، مجبوروں پر ظلم ڈھا کر سرداروں کی انا کی تسکین ضرور ہوگئی، اور اپنی قوت کا تماشہ بھی انہوں نے دنیا والوں کو دکھا دیا، لیکن گلیوں، بازاروں، چوراہوں، چوپالوں، بیٹھکوں، اور گھروں میں اور باہر ظلم وستم کے مناظر نے سب کے لئے لمحہ فکریہ پیدا کردیا، اور دلوں میں کچھ جستجو، کچھ ہمدردی بھی۔ یہ سوال دیکھنے سننے والے ہر ایک کے ذہن میں ابھر آیا کہ وہ کلمہ کیا ہے جس کا اقرار کر کے ستائے جانے

والوں کا یہ انجام ہوا اور یہ چرچا کو بہ کو پھیل گیا کہ اسلام کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ یہ کیا کہتے ہیں؟ وہ جادو کیا ہے جس نے ان کمزوروں کو ایسی قوت برداشت دے دی، انہیں لات و ہبل سے برگشتہ کر دیا ہے اور پیغام محمدی نے ان کے دلوں میں گھر کر لیا ہے اور خستہ حالوں کو اپنے آقاؤں کے سامنے جرأت گفتار اور استقامت کردار سے مستحکم کر دیا ہے۔ یعنی اللہ نے شر میں سے خیر کا پہلو پیدا کر دیا۔ زعما جتنا دباتے تھے، ضعفا اتنا ہی ابھرتے تھے۔ اسلام ہر گھر کا موضوع بن گیا اور صرف مکہ مکرمہ ہی نہیں بلکہ رفتہ رفتہ پورے عرب میں بلکہ عرب سے باہر بھی یہ نام پھیل گیا۔

ان کمزوروں، خستہ حالوں کی خبر اہل ایمان اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وقتاً فوقتاً لیتے رہتے تھے۔ ایک دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جو عذاب سہتے تھے پھر بھی احد کا نعرہ مستانہ لگاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مژدہ سنایا کہ سینجیک احد احد (جس وحدہ لاشریک کے تم نعرے لگا رہے ہو وہی عن قریب اس سے نجات دے گا)۔ حضرت خباب بن الارت کے حق میں دعا فرمائی اللھم انصر خبابا (اے اللہ آزمائش میں خباب کی مدد فرما)۔ اسی طرح سرور عالم ﷺ نے حضرت عمار، ان کے والد یاسر اور والدہ سمیہ سے فرمایا تھا، صبراً آل یاسر صبراً آل یاسر فان موعدکم الجنۃ (صبر کرو اے آل یاسر صبر! تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے) (۸۱)۔ اور ایسا ہی ہوا کہ ان کی گلوخلاصی کی اللہ مختلف صورتیں پیدا فرماتا رہا۔ تاہم اس سلسلہ میں اللہ کی رضا کے حصول میں آگے بڑھنے والا، راہ خدا میں اپنا مال بے دریغ لٹانے والا، صدق و صفا کا پیکر، صدیق اکبر تھا، جس نے ان ضعفا میں سے اکثر کو کافر و مشرک آقاؤں سے نجات دلائی اور ان کے منہ مانگے داموں اور شرائط کے مطابق خرید کر آزاد کیا (۸۲)۔ اور مال خرچ کرنے میں کبھی یہ خدشہ، یہ فکر آڑے نہ آئی کہ فقیر ہو جائیں گے (۸۳)۔ ان کے اس طرز عمل کی تحسین اللہ نے خود فرمائی (۸۴)۔

اس طبقۂ مظلومین کے حوالے سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ تبلیغ رسالت کے ابتدائی پانچ چھ سالوں میں، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ان ضعفاء المسلمین کو زعمائے قریش کی طرف سے انفرادی طور پر ظلم وستم کا نشانہ زیادہ بنایا گیا اور تقریباً اسی زمانے کے اختتام پر ہجرت حبشہ اول و دوم کی اجازت دیئے جانے میں ظلم و تعدی کی طرف اشارہ موجود تھا۔ اکثر و بیشتر اصحاب سیر نے تعذیب المسلمین کے بعد ہجرت حبشہ کا باب باندھا ہے (۸۵)۔ یہ گویا تعذیب المسلمین علی الانفراد کا پہلا مرحلہ تھا۔

لیکن اس مرحلہ اولیٰ میں صرف غریب غربا، لونڈی غلام موالی، اور ضعفاء ہی ظلم وستم کا نشانہ

نہیں بنے بلکہ خاندانی لوگ، شرفا، عزت وشہرت والے حمایت جمعیت رکھنے والے، قریشی سرداروں کے اعزاواقربا بھی آزمائشوں کی لپیٹ میں آگئے۔ قریشی سرداروں اور زعما کے بیٹوں، بھائیوں، رشتہ داروں میں سے جس کسی نے بھی کلمہ اسلام سے اپنے آپ کو مشرف کیا تھا، ان کے بڑوں نے انہیں اتنا ہی ذلیل و خوار کرنے کی کوشش کی اور جور و جفا کی ہر ممکن شکل میں انہیں مبتلائے عذاب رکھا گیا، اس آزمائش سے نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے صاحب منصب ومنزلت بچ سکے، نہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے صاحبان عزت و دولت وثروت امان پا سکے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی جرأت اظہار کا یہی بے رحمانہ صلہ دیا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کے مکی معاشرے کی نچلی اور اونچی دونوں سطحوں پر ظلم وستم کا بازار گرم ہوگیا اور بے سہارا اور ان کا سہارا بننے والے دونوں زیر عتاب آگئے۔ یہاں بحث وتفصیل کا تو موقع نہیں لیکن یہ صاف دیکھا جا سکتا ہے کہ اعدائے اسلام کو اس تمام ترگرم بازاری کے باوجود حسرت و یاس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا، ان کا مقصد و مدعا پورا نہ ہوا، اشراف قریش نے دیکھ لیا کہ قافلہ سخت جاں کی پیش قدمی نہ روکی جا سکی۔ چنانچہ اب وہ گویا مجبور ہوگئے کہ اور سخت قدم اٹھائیں، کوئی اجتماعی فیصلہ کریں، پھر سخت ترین حملہ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اس کی تفصیل ہم ارتقائے مخالفت قریش کی تاریخ میں ذکر کریں گے۔ ان شاءاللہ

۸۔ یہ بالکل واضح ہے کہ مخالفت قریش کے اصل فریق، متعلقین ومتاثرین تین تھے۔ مخالفت کا اصل کردار، اور فریق اول خود قریش کے سردار، اشراف، معترضین ومتکبرین اور ان کے ہم نوا وہ لوگ تھے جو دعوت حق کے منکر، اسلام کے دشمن اور مخالفت وعداوت کی بزم سجائے بیٹھے تھے۔ دوسرے فریق ہادی عالم، پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جو بہ فیضان الٰہی ہدایت انسانی کے لئے مامور کئے گئے تھے، اور تبلیغ رسالت کے مکلّف بن کر قوم کو دعوت حق دے رہے تھے اور بلا خوف وخطر توحید باری تعالیٰ کی طرف بلا رہے تھے۔ تیسرے فریق پیروان رسول عربی تھے۔ ایمان لانے والے، اقرار اسلام کرنے والے وہ صاحبان ایمان جو آپ ﷺ کی دعوت توحید کو قبول کر کے، دامن اقدس سے وابستہ ہو چکے تھے۔ ایسے حضرات قدس میں معاشرتی وسماجی لحاظ سے، مختلف حیثیتوں کے مالک، بہت بلند، ذرا فروتر و کمتر، اور غریب غربا، ضعفا، لونڈی، غلام، حلیف وموالی یعنی ادنیٰ واعلیٰ ہر قسم کے لوگ شامل تھے۔ تاہم بحیثیت مجموعی اس عرب معاشرے کے منتخب افراد اور تمام قبائل، بطون اور خاندانوں کی نمائندگی کر رہے تھے۔

اس فصل کے گذشتہ صفحات میں فریق اول قریش کے دعوت حق کے رد عمل اور جارحانہ رویئے کے حوالے سے اصولی باتیں اور مقدمات بیان کئے جا چکے ہیں۔ لیکن اب یہ جاننا اور پہچاننا ضروری ہے کہ اشراف قریش کی کتنی تعداد وہ ہے جس نے مخالفت وعداوت میں حصہ لیا۔ کتنے سردار، کتنے زعما ایسے ہیں جنہوں نے شدید ترین مخالفت اور مخاصمت کا طوفان برپا کیا، جنہوں نے پیغام رسالت کے زبانی انکار کے علاوہ عملی اقدامات سے دعوت حق کا راستہ روکنے کی کوشش کی، جنہوں نے نخل اسلام کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ جنہوں نے اسلام کے ماننے والوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، جسمانی عذاب سے دوچار کیا، انہیں ذلیل وخوار کرنے، ان کی تحقیر کرنے، ان کا استہزا اور تمسخر اڑانے میں پیش پیش رہے، ان کا رویہ، ان کے عزائم، ان کے مقاصد، ان کی حکمت عملی اور منصوبہ بندی کیا تھی، جس کے سبب وہ عرصہ دراز تک مخالفت وعداوت پر قائم رہے۔ اور ہر منفی رویہ، ہر جارحانہ طرز عمل اور ہر ممکن تدبیر، جنگی تیاریاں، اور انفرادی واجتماعی یورشیں بھی بالآخر انہیں کامیابی سے ہم کنار نہ کرسکیں۔

تاریخ وسیر کے مآخذ میں جن شدید ترین معاندین اور خونخوار مخالفین اور کھلے دشمنوں کی جو تعداد مذکور ہے بلکہ اگر درجہ بندی کر کے شدید ترین مخالفین، کمتر مخالفین، مستہزئین کی کل تعداد کو بھی جمع کر لیا جائے تو بمشکل تمام ساڑھے تین درجن یعنی ۴۲، ۴۰ ہوتے ہیں۔ یعنی مکہ کی پوری آبادی میں مٹھی بھر تعداد۔ اور شدید ترین تو چند ہی تھے۔ انگریز مستشرق واٹ نے ابوجہل، ولید بن المغیرہ اور مطعم بن عدی کے علاوہ کسی کا نام نہیں لیا بلکہ اصلاً ابوجہل کو ہی مرکزی کردار قرار دیا ہے (۸۶)۔ اس اعتبار سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ پیغام رسالت سے عداوت ومخالفت اور دعوت حق سے نفرت وہاں کی پوری آبادی کو نہیں تھی، بلکہ عوام الناس کی اکثریت لاتعلق رہ کر تماشہ بین بنی ہوئی تھی اور عداوت ومخالفت کا سارا طوفان چند لوگوں کا پیدا کردہ تھا۔ جنہوں نے اپنی سرداری، عیاری ومکاری دھونس، دھاندلی، طاقت کے زور پر لوگوں کو ورغلا کر، بہلا کر، اپنے بے رحمانہ اقدامات سے، رائے عامہ کو اپنے حق میں زیر اثر لا کر صورت حال کو پوری طرح گھمبیر بنا دیا۔ یعنی چند شرارے تھے جو خرمن حیات کو جگہ جگہ سے آگ لگا رہے تھے۔

اب آگے بڑھنے سے پہلے ہم تاریخ وسیر کے ابتدائی وثانوی مآخذ کی روشنی (۸۷) میں قریش کے ایسے تمام (شریر وخبیث) لوگوں کی ایک مجموعی فہرست پیش کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے کسی نہ کسی درجے میں مخالفت اسلام، تمسخر کلام الٰہی، عداوت رسول اور انکار دعوت حق میں حصہ لیا نیز اہل ایمان اور پیغمبر برحق کو روح فرسا اذیتوں سے دوچار کیا۔ اس فہرست میں معروف وغیر معروف عظما، زعما، شرفا، اور

روسائے قریش شامل کئے گئے ہیں۔یعنی شدید خبیث معاندین، کھلے دشمن (المجاھرون) (۸۸) ابوجہل، ابولہب، ام جمیل، (وغیرہ) نسبتاً کمتر عداوت کے حامل (۸۹)، عتبہ، شیبہ، ابوسفیان بن حرب وغیرہ، اور دیگر نوع کے مخالفین (۹۰)) نیز اس میں محمد بن حبیب البغدادی کی تصریح کے مطابق (۹۱)، المستہزؤن عاص بن وائل، ولید بن المغیرہ وغیرہ، المقتسمون مثلاً ابوقیس بن الولید، حنظلہ بن ابی سفیان اور زنادقۂ قریش عقبہ بن ابی معیط، ابی ابن خلف، النضر بن الحارث وغیرہ سبھی شامل ہیں۔گویا جس طرح پہلے ہم (مخالفت قریش کے) فریق سوم (اہل ایمان) سابقین اولین اور ضعفاء المسلمین کی مجموعی تعداد کا اندازہ لگا چکے ہیں۔اسی طرح ان کے مدمقابل (فریق اول یعنی اصل) قریش مخالفین و معاندین اسلام کی کل تعداد کو جان لینا چاہئے۔چنانچہ عداوت خدا و رسول کے باب میں، (قریش کے نمایاں ترین افراد، کفار، مشرکین، مکذبین، جہلائے متعصبین اور) مخالفین کی فہرست ذیل میں درج کر رہے ہیں، جسے بڑی حد تک جامع قرار دیا جا سکتا ہے۔

نمبر شمار	نام	قبیلہ/ خاندان	کل تعداد اہل خانہ
۱۔	ابولہب (عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب)	بنو ہاشم	
۲۔	ام جمیل بنت حرب (زوجہ ابولہب)	بنو ہاشم	۳
۳۔	ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب	بنو ہاشم	
۴۔	عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس	بنوامیہ	
۵۔	شیبہ بن ربیعہ	بنوامیہ	
۶۔	عقبہ بن ابی معیط	بنوامیہ	
۷۔	ابوسفیان بن صخر بن حرب	بنوامیہ	۸
۸۔	حنظلہ بن ابی سفیان	بنوامیہ	
۹۔	حکم بن ابی العاص بن امیہ	بنوامیہ	
۱۰۔	معاویہ بن المغیرۃ بن ابی العاص	بنوامیہ	
۱۱۔	عاص بن سعید بن العاص	بنوامیہ	
۱۲۔	رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم	بنوالمطلب	۱
۱۳۔	مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف	بنونوفل	۱

۱۴۔	ابوجہل (عمرو بن ہشام)	بنومخزوم	
۱۵۔	الولید بن المغیرہ	بنومخزوم	
۱۶۔	ابوقیس بن الولید	بنومخزوم	
۱۷۔	قیس بن الفاکہ بن المغیرہ	بنومخزوم	
۱۸	العاص بن ہشام	بنومخزوم	۹
۱۹۔	زہیر بن ابی امیہ بن المغیرہ	بنومخزوم	
۲۰	اسود بن عبداللہ	بنومخزوم	
۲۱۔	عبداللہ بن ابی امیہ	بنومخزوم	
۲۲۔	صیفی بن السائب (۹۲)	بنومخزوم	
۲۳۔	الاسد بن عبدیغوث ابن وہب	بنوزہرہ	
۲۴۔	الاخنس بن شریق بن عمرو بن وہب	حلیف بنوزہرہ	۲
۲۵۔	العاص بن وائل بن ہاشم السہمی	بنوسہم	
۲۶۔	عمر بن العاص	بنوسہم	
۲۷۔	الحارث بن عدی بن سعید	بنوسہم	۶
۲۸۔	منبہ بن الحجاج بن عامر بن حذیفہ	بنوسہم	
۲۹۔	بنیہ بن الحجاج	بنوسہم	
۳۰۔	عبداللہ بن الزبعری	بنوسہم	
۳۱۔	الاسود بن المطلب بن اسد	بنواسد	
۳۲۔	ربیعہ بن الاسود زمعہ	بنواسد	۳
۳۳۔	ابوالبختری (عاص بن ہشام)	بنواسد	
۳۴۔	امیہ ابن خلف بن وہب بن خدافۃ	بنوجمح	
۳۵۔	ابی اب خلف بن وہب	بنوجمح	
۳۶۔	انیس/اوس بن معیر بن لوذان (۹۳)	بنوجمح	۶
۳۷۔	حارث بن قیس بن عدی (الغیطلہ) (۹۴)	بنوجمح	

۳۸۔	عدی بن الحمراء الثقفی	بنو جمح	
۳۹۔	حارث/ مالک بن الطلالۃ الخزاعی (۹۵)	بنو جمح	۱۰
۴۰۔	النضر بن الحارث بن علقمہ بن کندہ (۹۶)	بنو عبدالدار بن قصیٰ	۱
۴۱۔	سہیل بن عمرو عامری	بنو عامر بن لوئی	۱
		(من قریش الظواہر)	

دشمنان خدا اور سول کل شمار خاندان: ۱۱ میزان: ۱۴۱ افراد

مخالفت وعداوت رسول کے ان تمام کرداروں میں سے کون سا موذی ایسا ہے جسے ان تمام کا سرغنہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ تمام مؤرخین اور اصحاب سیر کا عمومی رجحان اس طرف ہے کہ اصل شخص جسے مخالفت رسول اور پیغام الٰہی کے منکرین میں اولیت حاصل ہے، اور اس کی ترغیب و ترہیب کے سبب دوسروں کو بغض وعداوت کا حوصلہ پیدا ہوا، وہ ابوجہل عمرو بن ہشام تھا۔ واٹ کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کا بدترین دشمن ابوجہل تھا۔ ابتدائی دور کے مسلمانوں (السابقون الاولون) کا جائزہ لیتے ہوئے مخزوم کے زیر عنوان واٹ نے لکھا ہے کہ بادی النظر میں مکہ میں تقریباً (جنگ) بدر سے پہلے کا غالب اثر ورسوخ اور نمایاں ترین سیاسی حلقہ بنومخزوم کا تھا، جس کا سردار ابوجہل تھا، اس لئے مخالفین خدا اور سول کا قائد اور پیش رو ابوجہل تھا۔ (۹۸) (جاری)

اسناد وحواشی حوالے

۱۔ مثلاً مولانا وحیدالدین خاں صاحب کی مختصر کتاب ''پیغمبر انقلاب فضلی سنز، کراچی طبع دوم ۱۹۹۶ء) جو متعدد سنجیدہ بحثوں اور فکر انگیز مضامین پر مشتمل ہے، تاہم ایک باب (پیغمبر مکہ میں) ایسے نتیجۂ بحث تک پہنچ گئے ہیں جو امر واقعہ اور حقیقت سے کوئی نسبت نہیں رکھتا، چنانچہ موصوف یہ عجیب وغریب بات لکھتے ہیں کہ ''چنانچہ مکہ کے ماحول میں توحید کی دعوت آپ کے لئے انتہائی صبر آزما ثابت ہوئی۔ ابتدائی تین سال تک چند آدمیوں کے سوا کوئی آپ پر ایمان نہ لا سکا۔ دو مربع کلومیٹر میں آباد مکہ میں جس طرح درخت کا کوئی سایہ نہ تھا، اسی طرح وہ آپ کے ساتھیوں اور طرفداروں سے بھی خالی تھا۔ بستی میں صرف چار آدمی تھے جو آپ کے قریب ہو سکے تھے۔ خدیجہؓ، علیؓ، زیدؓ، اور ابوبکر صدیقؓ اور اگر حضرت ابوبکرؓ کی بچی عائشہؓ کو بھی شامل کر لیا جائے تو گویا پہلی پیدائشی مسلمان تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حامیوں کی تعداد پانچ ہو جاتی ہے'' (ص ۱۳۴) اس سخت غلط فہمی کے ازالے کے لئے

بحث و تفصیل آئندہ فصول میں آئے گی، جس سے معلوم ہوگا کہ آپ پر ایمان لانے والوں آپ کے ساتھیوں، طرفداروں اور حامیوں کی تعداد تو اس وقت سینکڑوں تک پہنچ چکی تھی، تاہم اگر مولانا عبدالرؤف دانا پوری کی اصح السیر (مطبوعہ اصح المطابع کراچی) میں مندرج ۵۲ سابقین الاولین کی فہرست (۵۹تا۶۹) مولانا مودودی کی کتاب سیرت سرور عالم (مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۱۹۷۹ء ج ۲ ص ۱۵۵ تا ۱۶۱) میں حضور کی دعوت عام سے پہلے تین سالہ خفیہ دور کے ۱۳۴ مسلمانوں کی نام بہ نام فہرست اور واٹ کی کتاب (محمد ایٹ مکہ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ ص ۱۷۰ تا ۱۷۹) میں دی گئی فہرست پر نظر ڈالی جائے تو مصنف علام کا بیان حقیقت کے برعکس ثابت ہوجاتا ہے۔ یہ امر بجائے خود قابل ذکر ہے کہ نزول وحی ربانی کے بعد اس سے متصل عرصے میں نبی ﷺ کے اپنے گھر میں شعوری اور پیدائشی مسلمانوں اور ایمان لانے والوں کی تعداد مصنف علام کی مذکور تعداد سے زیادہ ہوجاتی ہے، یعنی حضرت ۱۔خدیجہؓ ۲۔زینبؓ ۳۔رقیہؓ ۴۔ام کلثومؓ ۵۔فاطمہؓ ۶۔زید بن حارثہ ۷۔ ابو رافعؓ ۸۔صالح شقران ۹۔ابو کبشہ ۱۰۔انسہ ۱۱۔میسرہؓ ۱۲۔اسامہ بن زیدؓ ۱۳۔اور اگر حضرت علی (۱۴) اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ان کی (۱۵) بچی کو بھی شامل کرلیا جائے تو یہی مجموعہ ۱۵ خواتین وحضرات کا ہوجاتا ہے۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ (مخالفت قریش کے باوجود) دعوت نبوی کے نتیجے میں مسلمانوں کی تعداد میں تیز رفتاری سے اضافہ عین قرین قیاس ہے۔ مزید تفصیلات و بحث کے لئے ملاحظہ ہو ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی، عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، نقوش لاہور، رسول نمبر جلد ۵ شمارہ ۱۳۰/۱۹۸۳ء، ۳۹۹ تا ۴۴۰۔ نیز جلد ۱۲، ۷ تا ۲۷۹ نیز دیکھئے۔ وہی مصنف (مقالہ) تاریخ اسلام کے اہم موڑ، خفیہ تبلیغ کے عہد کا تجزیہ۔ نقوش لاہور (سالنامہ) شمارہ ۱۴۱/۱۹۹۴ء، ۴۲ تا ۶۹

۲۔ مثلاً پیر محمد کرم شاہ الازہری کی ضخیم کتاب ضیاء النبی (مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ لاہور ۱۴۱۵ھ) کا یہ بیان کہ ''ہادی انس وجاں ﷺ نے تیرہ سال کا طویل عرصہ رات دن، ان تھک کوشش فرمائی، لیکن گنتی کے چند خوش نصیبوں کے علاوہ کسی کو توفیق نصیب نہ ہوئی کہ وہ اپنے ہادی برحق کی پرخلوص دعوت کو قبول کرلیں'' (ج ۲ ص ۵۴۵) علامہ موصوف آگے رقمطراز ہیں: ''ایام حج میں عرب کے اکثر قبائل مکہ مکرمہ میں حاضری کا شرف حاصل کرتے تھے، نبی رحمت ان مواقع پر ہر قبیلے کی خیمہ گاہوں میں جا جا کر انہیں قبول اسلام کی دعوت دیتے رہے، لیکن ان عقل کے اندھوں کو بھی نور حق نظر نہ آیا۔ جب سالہا سال کی جاں گذار محنت کے باوجود مکہ اور اس کے گرد ونواح میں آباد قبائل میں حق قبول کرنے کے آثار دکھائی نہ دیئے تو اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت نے ایک دور افتادہ شہر کے قبیلوں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کردیا (ایضاً ۵۴۵) اوپر کے دونوں بیانات سے یہ تاثر بہت نمایاں ہوکر سامنے آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ۱۳ سالہ کوششیں (خدانخواستہ) رائے گاں گئیں، یا بے اثر رہیں، اور مخالفت قریش اور مخالفین کی بالادستی کے سبب خدانخواستہ دعوت نبوی کو پنپنے کا موقع نہ مل سکا۔ لیکن تاریخی واقعات وحالات سے ان تاثرات کی تائید وتوثیق ممکن نہیں ہوسکتی۔ یہاں مجملاً یہ بتادینا

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اشاعت اسلام کی رفتار، قبول دعوت نبوی کا احوال اور قبول پیغام حق کے ردو قبول کا جائزہ لیتے وقت عموماً اصحاب سیر، مورخین اور مصنفین، قریش کے چند مشہور خاندانوں تک ہی اپنی ساری توجہ مرکوز رکھتے ہیں، پھر رواروی میں ان کی پیروی جدید سیرت نگار اور غیر مسلم مولفین دستشرقین بھی آنکھ بند کر کے کرتے ہیں، لیکن مکہ مکرمہ کے مرکزی حصے، اور قرب وجوار کعبہ کے آباد علاقوں کے علاوہ قریش الظواھر کے بطون واحلاف اور موالی سے کوئی تعرض نہیں کرتے، حالانکہ وہ بھی مکہ اور مضافات مکہ کے باشندے تھے اور وہ بھی مختلف زمانوں میں برابر حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہے، نیز ایسے حضرات کو بھی شمار نہیں کیا جاتا جنھوں نے باہر سے مکہ آکر اسلام قبول کیا اور پھر اپنے علاقے کو واپس چلے گئے۔ مثلاً حضرت معیقب بن ابی فاطمہ دوسی اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہ دونوں نے مکہ آکر اسلام قبول کیا اور پھر اپنے علاقے لوٹ گئے۔ (مزید مثالوں اور نکتے کی وضاحت ودیگر تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی (خفیہ تبلیغ کے عہد کے تجزیہ) ۵۲ھ تا ۵۵) علاوہ ازیں مسلمانوں کے شمار کی تعداد میں مردوں کو زیادہ اہمیت دی گئی اور عورتوں کو وقتاً فوقتاً نظرانداز کیا گیا، ان وجوہ سے مشرف بہ اسلام ہونے والوں کی صحیح تعداد سامنے نہ آسکی، اور عمومی تاثر کو بہت کچھ محدود سمجھا گیا۔ یہ صورت حال متقاضی ہے کہ اشاعت اسلام کی رفتار اور ردو قبول کی وسعتوں کا پھر سے جائزہ لیا جائے۔

۳۔ بعض موضوعات کے از سر نو مطالعے کے حوالے سے ''شعب ابی طالب'' کے مختلف پہلوؤں (صحیح محل وقوع، مقاطعہ قریش کی نوعیت واقعیت، اثرات، محصوری کی حقیقت اور دوسرے متعلقہ مباحث) پر مشتمل ایک مقالہ راقم الحروف نے الفلاح (کراچی) کے زیر اہتمام منعقدہ آل پاکستان سیرت کانفرنس (۱۹۷۰) میں پیش کیا تھا۔ پہلے پہل یہ مقالہ جمعیت الفلاح کے آرگن ''دی وائس آف اسلام'' (کراچی) میں چھپا، پھر یہی مقالہ نقوش لاہور کے رسول نمبر جلد ۹ (شمارہ ۱۳۰ جنوری ۱۹۸۴ء) میں (۲۶۰ تا ۲۶۸) شائع ہوا، اسی طرح مثلاً ہجرت مدنیہ کے قرآنی اسباب وعوامل کے جائزہ پر مشتمل ایک مقالہ اس خاکسار نے جمعیت الفلاح کراچی کے تحت منعقدہ آل پاکستان سیرت کانفرنس (۱۹۷۳ء) میں پیش کیا تھا جو اسی ادارے کے آرگن ''دی وائس آف اسلام'' کراچی میں شائع ہوا تھا، اور پھر یہی مقالہ نقوش لاہور کے رسول نمبر جلد ۸ (شمارہ ۱۳۰ جنوری ۱۹۸۴ء) میں ہجرت نبوی کے اسباب وبرکات کے عنوان سے (۲۳۴ تا ۲۴۵) شائع ہوا۔

۴۔ مولانا شبلیؒ کی سیرۃ النبی کا زمانہ تسوید وتصنیف بیسویں ۲۰ صدی کا پہلا عشرہ تھا۔ ان کی کتاب اگرچہ خود ان کی وفات ۱۹۱۴ء کے بعد زیور طبع سے آراستہ ہوئی، لیکن ان کے شاگرد رشید اور کتاب کے مرتب وجامع مولانا سید سلیمان ندویؒ کی تصریح (دیباچہ طبع اول، سیرت النبی مطبع معارف اعظم گڈھ۔ (جلد ۱) کے مطابق اس کتاب کا غزوہ احد تک کا حصہ مولانا شبلی ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء) تک لکھ چکے تھے۔

۵۔ مولانا شبلی سیرۃ النبی ﷺ سے پہلے الفاروق اور الغزالی جیسی کتابیں لکھ کر یہ ثابت کر چکے تھے کہ وہ محض جذباتیت اور عقیدت سے کام نہیں لیتے بلکہ نقد ونظر اور تحقیق وتدقیق کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں ۔زمانے کی روش اور روایت کے خلاف کام کر کے مولانا شبلی کو مخالفتوں کا ہی نہیں کفر کے فتووں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔تاہم اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ کم از کم برصغیر پاک وہند میں سیرۃ النبی کو ہمیشہ مقبول ترین کتاب سیرت ہونے کا اعزاز حاصل ہے،اور اب تک متعدد اداروں کی طرف سے اس کے لاتعداد ایڈیشن نکل چکے ہیں بلکہ اب نکل رہے ہیں اور تشنگان علم کو سیراب کر رہے ہیں۔

۶۔ پروفیسر سید نواب علی صاحب (۱۹۶۱ء) نے اپنے مضامین سیرت پہلے بقلم خود ایک جلد میں ''تذکرۃ المصطفی'' کے نام سے ۱۹۰۷ء میں شائع کئے تھے،اور اس کا ایک نسخہ مولانا شبلی کو بھی بھیجا تھا (ملاحظہ ہو دیباچہ کتاب،سیرت رسول اللہ مکتبہ افکار کراچی ۱۹۶۶ء۲۱)

۷۔ پروفیسر نواب علی صاحب کی کتاب سیرت رسول اللہ کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا تھا،جبکہ مولانا شبلی کی سیرۃ النبی ﷺ اور قاضی سلیمان منصور پوری کی رحمۃ العالمین منظر عام پر آ چکی تھیں۔

۸۔ پروفیسر نواب علی سیرت رسول اللہ کراچی ایڈیشن (۱۹۶۶ء) ۹۷

۹۔ منصور پوری،قاضی محمد سلیمان۔رحمۃ اللعالمین۔شیخ غلام علی اینڈ نظر۔لاہور ۱۹۵۳ء۔۶۲

۱۰۔ سیوہاروی،مولانا حفظ الرحمن۔سیرۃ النبی رسول کریم ﷺ۔نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۸ء

۱۱۔ داناپوری،مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف صاحب قادری۔اصح السیر فی ھدی خیر البشر ﷺ۔ نور محمد۔اصح المطابع۔کراچی۔پیش لفظ (مرقومہ ستمبر ۱۹۳۲ء)

۱۲۔ رسول رحمت۔(ترتیب مولانا غلام رسول مہر) شیخ غلام علی اینڈ سنز۔لاہور ۱۹۷۰ء

۱۳۔ ڈاکٹر محمد عزیر۔پیغام اور پیغام بر ﷺ۔نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۴ء (مصنف نے صرف ایک جملہ یہ لکھا ہے کہ ''سورۃ مدثر کے حکم قم فانذر کی تعمیل میں جب رسول اللہ ﷺ نے علانیہ تبلیغ کا آغاز فرمایا تو اس وقت سے قریش نے بھی مخالفت شروع کر دی۔ص ۸۷)

۱۴۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر۔پیغمبر اعظم وآخر۔فیروز سنز۔لاہور (ت ط ن)

۱۵۔ وحیدالدین خاں،مولانا،پیغمبر انقلاب۔فضلی سنز کراچی ۱۹۸۴ء

۱۶۔ خالد علوی۔''انسان کامل'' یونیورسٹی بک ایجنسی۔لاہور ۱۹۷۴ء

۱۷۔ محمد حسین ہیکل۔حیاۃ محمد ﷺ (ترجمہ اردو ابو یحیٰ امام خاں نوشہروی) ادارہ ثقافت اسلامیہ،لاہور ۱۹۵۵ء

۱۸۔ پھلواروی،شاہ محمد جعفر۔پیغمبر انسانیت۔ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ص ۱۰۱ تا ۱۰۴

۱۹۔ عبدالحی ابوسلیم محمد داعی اسلام کی حیات طیبہ۔مکتبہ الحسنات رام پور (بھارت) ۱۹۵۶ء ۴۲،۴۳

۲۰۔ نعیم صدیقی۔''محسن انسانیت۔اسلامک پبلی کیشنز۔لاہور (ث ط ن) عرض ناشر (۱۹۶۳ء) ۱۳۷ تا ۱۴۰

۲۱۔ مودودی نعیم صدیقی مولانا سید ابوالاعلیٰ۔سیرت سرور عالم ﷺ۔ادارہ ترجمان القرآن۔لاہور ۱۹۷۹ء

۲۲۔ ایضاً۔ج ۱۹۱ تا ۴۸۵

۲۳۔ پرویز۔معراج انسانیت۔ادارہ طلوع اسلام۔لاہور ۱۹۶۸ء

۲۴۔ شبلی (سیرۃ النبی ج۱) قریش کی مخالفت اور اس کے اسباب پر پوری بحث کے لئے ملاحظہ ہو ص ۲۱۲ تا ۲۱۹

۲۵۔ ایضاً ۲۱۳

۲۶۔ ایضاً ۲۱۴

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ ایضاً ۲۱۲

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ ایضاً ۲۱۳

۳۱۔ ایضاً ۲۱۵

۳۲۔ ایضاً ۲۱۶

۳۳۔ ایضاً

۳۴۔ ایضاً ۲۱۷

۳۵۔ ایضاً

۳۶۔ ایضاً

۳۷۔ ایضاً

۳۸۔ ایضاً

۳۹۔ ایضاً ۲۱۹۔مخالفت قریش کے سلسلے میں حضرت مولانا شبلی علیہ الرحمہ کے تقریباً ایک صدی گزرنے کے بعد تاریخ اپنے آپ کو یوں دہرا رہی ہے کہ بقیۃ السلف'' ندوی وسلیمانی نسبت رکھنے والے، عہد حاضر کے عالم و محقق پروفیسر ڈاکٹر سید سلمان ندوی (خلف الرشید مورخ اسلام حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ) نے بھی اسے موضوع سخن بنایا ہے، اور اپنے والد بزرگوار کی طرح خطبات مدراس کی یاد تازہ کرتے ہوئے جامعہ اشرفیہ لاہور میں سیرت النبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر آٹھ خطبات سیرت ارشاد فرمائے (از ۳/اکتوبر تا ۱۳ اکتوبر ۲۰۰۱ھ جامعہ اشرفیہ لاہور) جو ۱۴۲۴ھ میں کتابی صورت میں شائع ہو گئے ہیں، اور ہمارے سامنے ہیں۔ چنانچہ قریش کی طرف سے شدید مزاحمت کی وجوہات (بشمول نبی صلی اللہ ﷺ کے سفر طائف) پر گفتگو کرتے ہوئے (خطبہ سوم مطبوعہ میں) دوسرے متعدد نکات کی وضاحت کے بعد مخالفین کی مخالفت کے اسباب سے (۶۴ تا ۶۹) جو بحث کی ہے وہ (حسن اتفاق سے) الفاظ و انداز بیان کی معمولی تبدیلی کے ساتھ کم وبیش وہی کچھ ہے جو مولانا شبلیؒ سیرۃ النبی ﷺ میں لکھ چکے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ (۱) پہلا سبب بہت ہی عام قسم کا ہے اور سمجھنے کی چیز ہے، اور وہ یہ کہ جس جگہ جو بھی مذہبی عقیدہ یا رسم گھر کر

جائے جب آپ اس کے خلاف دعوت دیں گے تو آپ کے خلاف ہنگامہ ہوگا اور ان کا جواب یہی ہو گا کہ ہم نے اپنے آباواجداد کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے (ص ۶۴ تا ۶۵) دوسرا سبب یہ کہ '' مکہ مکرمہ کی مذہبی شکل بھی بگڑ چکی تھی مثلاً یہ کہ مشرکین حج کرتے تھے اور قرآن کہتا ہے کہ ان کے حج کی رسومات یہ تھیں تالیاں بجانا، گانے گانا اور ڈھول بجانا وغیرہ۔ اب جب رسول اللہ ﷺ ان پر تنقید کرتے تو وہ کہتے کہ یہ تو ہمارے مذہبی عقائد اور رسم ورواج پر حملہ کر رہے ہیں یہ تو قابل قبول نہیں (ص ۶۵) (۳) تیسرا سبب۔ '' اسی طرح حضور ﷺ اخلاقی اور سماجی برائیوں مثلاً زنا، شراب، اور جھوٹ، وغیرہ پر بھی تنقید فرماتے تھے '' (ص ۶۶ تا ۶۷) تو جب ان مشرکین مکہ پر تنقید ہوتی تھی، ان میں اسلام کے خلاف مزید شدت پیدا ہو جاتی تھی (ص ۶۷) (۴) چوتھا سبب '' عیسائیت سے نفرت تھا، جو ان کو ابرہہ کے واقعے سے ہوئی (۶۷) اور وہ یہی سمجھتے تھے کہ حضور ﷺ نعوذ باللہ کسی نہ کسی حیثیت میں یہاں عیسائیت قبول کرنا چاہتے ہیں، (۶۷) (۵) پانچواں سبب اس سے بھی اہم یہ تھا کہ '' خانہ کعبہ کی تولیت ان کے پاس تھی، وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر انہوں نے حضور ﷺ کو رسول اللہ مان کر اسلام قبول کر لیا تو خانہ کعبہ کی تولیت ان کے ہاتھ سے نکل کر حضور ﷺ کے ہاتھ میں چلی جائے گی (۶۸) پھر اقتصادی قیادت کے ہاتھ سے جانے کا خطرہ بھی تھا، اور ظاہر ہے کہ اگر آپ کسی کے پیٹ پر لات ماریں گے تو وہ آپ کے خلاف ہو جائے گا، اور جنگ ہوگی۔ اور خانہ کعبہ ہی سے ان کے پیٹ بندھے ہوئے تھے (ص ۶۸) (۶) '' کچھ لوگوں نے (؟) ایک اور سبب ذکر کیا ہے اگر چہ میں اس کا بہت زیادہ قائل نہیں ہوں اور وہ یہ کہ بنو امیہ اور بنو ہاشم میں بہت زیادہ چشمک پائی جاتی تھی (۶۸)

۴۰۔ سیرۃ ابن اسحاق (۱۸۶

۴۱۔ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی (مقالہ) عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت۔ نقوش لاہور۔ رسول نمبر۔ ج ۵، ص ۴۲۴

۴۲۔ ایضاً ۴۰۸

۴۳۔ ایضاً

۴۴۔ حضور ﷺ خود افصح العرب والعجم تھے، اور یہ آپ کے معجزات وخصائص میں داخل ہے کہ حدیث قدسی کے مطابق (عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فضلت علی انبياء بست اعطيت جو امع الكلم) صحیح مسلم وزرقانی علی المواہب وغیرہ

۴۵۔ النجم: آیت ۳،۴

۴۶۔ القلم: آیت ۴

۴۷۔ الانفال: آیت ۲۴

۴۸۔ التوبہ: آیت ۱۲۸

۴۹۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: نعیم صدیقی۔ محسن انسانیت، ص ۱۵۱ تا ۲۱۰

۵۰۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے: مولانا مودودی۔ سیرت سرور عالم ج ۲۔ ص ۵۲۷ تا ۶۰۳

۵۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت اور بعثت تمام انسانوں کے لئے کافۃ للناس۔ سبا: ۲۸۔ للعالمین نذیرا۔ فرقان: ا رحمۃ للعالمین۔ انبیا: ۱۰۷) تھی۔ اور آپ کا پیغام حیات آفرین ہر اعتبار سے عالمگیر نوعیت رکھتا ہے، جس کی تائید قرآن و حدیث کے علاوہ ٹھوس تاریخی واقعات و حقائق سے بھی ہوتی ہے۔ نیز آغاز دعوت سے ہی آپ صلی اللہ علی وسلم نے جو انداز و اطوار اپنائے اور جو تخاطب اختیار فرمایا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ دعوت اسلام اپنی نوعیت و حقیقت میں مقامی یا محدود نہ تھی۔

۵۲۔ الانعام: آیت ۹۲

۵۳۔ قدیم و جدید مصنفین جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا اشاعت اسلام کے بیان اور مخالفت قریش کے جائزے میں یہ عموماً نظر انداز کر دیتے ہیں کہ دعوت نبوی ﷺ کا اثر قریش کی حضری و بدوی آبادی، مکہ کے اندر اور اس کے مضافات میں آباد، یعنی قریش البطاح اور قریش الظواہر ان کے غلاموں، حلیفوں، اور موالی سب پر پڑا تھا۔ چنانچہ اکثر و بیشتر مولفین کے بیانات یک طرفہ ہوتے ہیں اور نتائج کی بنیاد قریش البطائح، کے (ناقص و نامکمل) جائزے پر استوار کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اشاعت اور مخالفت دونوں کے بیان میں ان کا تجزیہ حقیقت پسندانہ نہیں ہوتا اور یہ نقص کی بالاخر نتائج فکر و بحث کو بھی متاثر کرتی ہے۔

۵۴۔ بعثت نبویؐ کی نوعیت و حیثیت کے بارے میں مولانا امین احسن اصلاحی رقمطراز ہیں کہ ''آنحضرت ﷺ پر چونکہ تمام عالم کی ہدایت و رہنمائی اور تمام مخلوق پر اتمام حجت کی ذمہ داری ڈالی گئی تھی اور آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں تھا، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بعثتوں کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ ایک بعثت خاص اور دوسری بعثت عام۔ آپؐ کی بعثت خاص اہل عرب کی طرف تھی اور اہل عرب ساتھ اس خاص نسبت کی وجہ سے آپؐ کو نبی امی یا نبی عربی کہا گیا اور آپ پر جو وحی نازل ہوئی اس کی زبان عربی ہوئی...... (جبکہ) آپؐ کی بعثت عام تمام دنیا کی طرف ہے'' (دیکھئے اصلاحی مولانا امین احسن۔ دعوت دین اور اس کا طریق کار مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی لاہور ۱۹۵۸ء، ص ۳۵ و ۳۶ ملخصاً) روایات کے مطابق اپنے خاندان والوں کو جمع کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بصراحت فرمایا تھا کہ انی رسول اللہ الیکم خاصۃ والی الناس عامۃ (ابن کثیر الکامل ج ۱، ۸۵۸)

۵۵۔ دیکھئے ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی۔ نقوش لاہور۔ رسول نمبر ج ۵، ص ۴۴۴

۵۶۔ الشرف: العلو والمکان العالی وجبل مشرف۔ شریف، شرفا، اشراف (الرازی۔ مختار الصحاح۔ مصطفیٰ البابی الحلبی۔ مصر ۱۹۵۰ء۔ ص ۳۵۸)

۵۷۔ قرآن نے قوم کے سرداروں صاحبان مال و جاہ، اور سربرآوردہ لوگوں کے لئے ''الملاء'' کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ اور جہاں جہاں استعمال کی ہے، وہاں ان کے اقوال و افعال کی نشاندہی

کر کے انبیاء، رسل کے مقابلے میں ان کے کبر وغرور، سرکشی وتمرد، انکار وتکذیب بد باطنی، کو نمایاں کیا ہے، مثلاً اعراف: ۶۰ کے مطابق اپنے تئیں غلطی فہمی کا شکار اور داعیٔ حق کے بارے میں گمراہی کا خیال۔اعراف (۶۶) خود بے عقلی میں مبتلا لیکن رسول کے بارے میں گمان کہ جھوٹے ہیں۔اعراف: ۸۸ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا رہنے والے الذین استکبروا۔اعراف: ۹۰۔منکر کافر لوگ (الذین کفروا) جو رسول (حضرت شعیبؑ) کی جانب سے ایمان داری کی تلقین پر تجارت کے ڈوب جانے کی غلط فہمی رکھتے تھے۔اعراف: ۱۰۹ کے مطابق قوم فرعون کے سردار حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماہر جادوگر سمجھتے تھے۔یہی مضمون الشعراء: ۳۴ کا ہے۔ہود: ۲۷ میں قوم کے سردار انکار حق کی روش پر قائم تھے۔ھود: ۲۸ کی رو سے رسول خدا کا مذاق اڑانے والے سردار۔قصص: ۲۰ بے جا مقاصد کے لئے باہم صلاح ومشورہ کرنے والے بدنیت لوگ۔مومنون: ۲۴و۴۶ کی رو سے الذین کفروا (منکرین حق) اور رسول کو اپنے جیسا بشر سمجھنے والے، نیز تکبر کرنے والے اور سرکش لوگ، امام راغب اصفہانی نے المفردات میں لکھا ہے کہ ملاء۔الملاء جماعة يجتمعون علىٰ رأى فيملئون العيون رواء منظر النفوس بهاء جلالا (وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو۔نظروں کو ظاہری حسن وجمال اور نفوس کو ہیبت وجلال سے بھر دے) پھر قرآنی آیات کا حوالہ دے کر آگے لکھا ہے کہ محاورہ ہے فلان مل العيون (یعنی سب اسے عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں) ملاحظہ ہو راغب اصفہانی (المفردات فی غریب القرآن۔مصطفیٰ البابی الحلبی۔مصر ۱۹۶۱۔ص ۴۷۳۔

۵۸۔ اصلاحی۔امین احسن/ص ۵۳

۵۹۔ ایضاً/ص ۵۴

۶۰۔ ایضاً/ص ۵۵

۶۱۔ چنانچہ ملاحظہ ہو: اعراف (۶۰، ۶۶، ۶۸، ۸۸، ۹۰، ۱۰۹)، ہود (۲۷، ۳۸)، الشعراء (۳۴)، قصص (۲۰)، مومنون (۲۴) وغیرہ

۶۲۔ چنانچہ تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ قریش کے وہ تمام سربرآوردہ لوگ جو ابتدائی مکی عہد تبلیغ میں اسلام کے سخت مخالف اور عداوت ومخالفت میں بہت جری اور بے باک تھے۔ان میں سے ایک تعداد تو وہ تھی جو اپنی شامت اعمال سے بدر واحد اور دوسری جنگوں میں انجام بد کو پہنچی، لیکن ان کے علاوہ اشراف روسائے قریش میں سے اکثر جلد یا بہ دیر ٹوٹ کر آغوش اسلام میں آگرے، یہاں تک کہ فتح مکہ تک ان میں سے خاص وعام کوئی نہ بچا جو اسلام کے سایۂ عاطفت میں نہ آ گیا ہو۔بہر حال ابتدائے اسلام کے مخالفین میں سے معروف ترین مثال خود حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے، جو قبول اسلام کی پاداش میں اپنی لونڈی لطیفہ (عامر بن فہیرہ کی بہن) کو اتنا مارتے کہ مارتے مارتے تھک جاتے تھے۔یہی عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو تلوار سونت کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھکانے لگانے کے ارادے سے نکلے تھے، پھر راستے میں بہن بہنوئی کی خبر لیتے لیتے، خود ایسے بے خبر ہوئے

دامان رسالت پناہ میں آپہنچے۔ جب کہ زمانہ مابعد کی مثالوں میں حضرت خالد بن ولید المخزومی بھی رفتہ رفتہ ٹوٹتے رہے، یہاں تک کہ فتح مکہ سے کچھ پہلے اسلام کی چھاؤں میں آگئے۔ اسلام کی سچائی بہت پہلے سے ان کے قلب میں ان کا پیچھا کئے ہوئے تھی۔ اسلام کے بعد انہوں نے اپنے بارے میں بتایا کہ میرے دل میں بہت پہلے یہ بات پڑ چکی تھی کہ حق قریش کی طرف نہیں بلکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف ہے، اور مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جانا چاہئے۔ **قد شهدت هذه المواطن كلها على محمد صلى الله عليه وسلم فليس في موطن اشهده الا انصرف و انا ارى في نفس انى موضع في غير شئ** (میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تمام جنگوں میں شریک رہا مگر کوئی جنگ ایسی نہیں جس میں میں شریک ہوا ہوں اور یہ خیال لے کر واپس نہ آیا ہوں کہ میں صحیح جگہ نہیں کھڑا ہوں) دیکھئے وحیدالدین خاں/ص ۱۲۵ بحوالہ البدایہ والنہایہ/ ج ۴

۶۳۔ مولانا اصلاحی کے بقول ''حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنی دعوت کی ترتیب نہیں بدلتے اور عامۃ الناس کو اس وقت تک براہ راست مخاطب نہیں کرتے جب تک وقت کے کارفرما عناصر اور لیڈر حضرات اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے ان کو مایوس نہ کر دیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام اپنی بعثت کے بعد برابر علمائے یہود کے جمود پر ضربیں لگاتے رہے۔ لیکن ایک عرصے کی جدو جہد کے بعد بھی جب ان کے کبر وغرور اور پندار سیادت کی چٹان نہ ٹوٹی تو ان کو چھوڑ کر جھیل کے کنارے ماہی گیروں کے پاس چلے گئے اور ان کو دعوت دی۔ (اصلاحی۔ دعوت دین اور اس کا طریق کار/ص ۵۵،۵۶۔ نیز طبقۂ اشراف کو پہلے مخاطب کرنے کی وجوہ کے لئے دیکھئے/ص ۶۰ تا ۷۲)

۶۴۔ **عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثلى و مثلكم كمثل رجل اوقد نارا فجعل الجنادب و الفراش يقعن فيها و هو يذبهن عنها و انا آخذ بحذكم عن النار وانتم تفلتون من يدى** النووی۔ ریاض الصالحین/ دارالارشاد بیروت، ۱۹۶۷ء/ص ۵۹۔ نیز دیکھئے صحیح المسلم، کتاب الفضائل، باب شفقتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، ٹڈے اور پتنگے آ آ کر گرنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو (آگ میں گرنے سے) روکتے ہیں اور میں تمہاری کمر تھامے ہوئے ہوں وہ بھی اس طرح کہ آگ میں گرنے سے بچ سکو اور تم ہو کہ میرے ہاتھوں سے نکلے جاتے ہو

۶۵۔ مولانا شبلی (سیرۃ النبی/ ج ۱،ص ۲۰۹)۔ مولانا اس سے پہلے (ص ۲۰۷ پر) یہ لکھ چکے تھے کہ حضرت ابوبکر دولت مند ماہر انساب، صاحب الرائے اور فیاض تھے۔ مکہ میں ان کا عام اثر تھا اور معززین شہر ان سے ہر بات میں مشورہ لیتے تھے۔

۶۶۔ داناپوری۔ اصح السیر/ص ۶۹۔ فہرست سابقون الاولون۔ (ص ۵۹ تا ۶۹) ۵۲ حضرات

۶۷۔ یہاں ترمذی (مطبوعہ رشیدیہ دہلی/ ج ۲) کی اس حدیث سے غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ **بدء الاسلام**

غریباً و سیعود غریباً (اسلام کا آغاز غرابت واجنبیت کے عالم میں ہوا اور پھر گویا اجنبی بن جائے گا)۔

۶۸۔ مولانا وحید الدین خاں نے اپنی کتاب پیغمبر انقلاب میں ''پیغمبرانہ طریق کار'' کی وضاحت کرتے ہوئے یہ درست لکھا ہے کہ آپ کی بعثت ہوئی تو آپ ﷺ کے گرد و پیش تمام حالات پوری شدت کے ساتھ موجود تھے جو عام طور پر سیاسی، معاشی، اور سماجی تحریکوں کی بنیاد ہوا کرتے ہیں۔ مگر آپ ﷺ نے ان میں سے کسی کو بھی دعوت کا عنوان نہیں بنایا (ص ۱۰۶) چنانچہ مثلاً آگے لکھتے ہیں: قیادت کے معروف تصور کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ کے پڑوسی حکومتوں کی استعماری سیاست کے خلاف ایک جوابی سیاسی تحریک اٹھائیں اور وطن کو بیرونی اثرات سے پاک کرنے کے لئے لوگوں کے قومی جذبات کو بیدار کریں (۱۰۷) مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ وہ مزید رقم طراز ہیں: عرب دنیا غیر ذی زرعہ ہونے کی وجہ سے معاشیات کی بنیاد سے یکسر محروم تھی، وہ اس ریگستانی علاقے کے ایک ایک شخص کا مسئلہ تھا، اور نہایت آسانی سے ایک انقلابی تحریک کا عنوان بن سکتا تھا (ص ۱۰۷) مگر آپ ﷺ نے اس قسم کے مسائل کی طرف کوئی براہ راست توجہ نہ دی بلکہ اپنے آپ کو تمام تر کلمہ توحید کی تبلیغ کے لئے وقف کر دیا۔ (ایضاً/ص ۱۰۷)

۶۹۔ یہ مختصر فہرست بجائے خود بتا رہی ہے کہ یہ کس پائے کے لوگ ہیں۔ یہ صاف دیکھا جا سکتا ہے کہ یہ جماعت پورے قریش کی نمائندہ ہے۔ اس میں قریش البطائح کے بھی تمام خاندانوں اور ان کی شاخوں اور حلیفوں (بنو ہاشم، بنو المطلب، بنو عبد شمس، بنو امیہ، بنو عبد العزیٰ، بنو زہرہ، بنو مخزوم، بنو عدی، بنو عبد الدار، بنو سہم، بنو جمح، بنو تیم، بنو اسد، اور بنو عبد قصیٰ) سے تعلق رکھنے والے بھی تھے اور قریش الظواہر کے (عامر بن لوئی اور بنو حارث بن فہر) بھی لوگ تھے اور خزاعہ کے بھی۔ مزید تفصیل اور فہرست کے لئے دیکھئے: سیرت ابن اسحاق، تحقیق تعلیق ڈاکٹر محمد حمید اللہ، اردو ترجمہ نور الٰہی ایڈوکیٹ، نقوش رسول نمبر، شمارہ نمبر ۱۳۰ (جنوری ۱۹۸۵ء)۔ خزاعہ بقول ایک مصنف'' مکہ اور اس کے نواح کے قدیم باشندے تھے اور مدتوں وہ مکہ کی سیاست اور سماج پر چھائے رہے، جب قصیٰ بن کلاب کا عروج ملکی سیاست میں ہوا تو خزاعہ کو مکہ چھوڑنا پڑا، وہ اس کے نواح میں جا بسے۔ عبد المطلب بن ہاشم کے زمانے میں ان کے تعلقات پھر قریش خاص کر بنو ہاشم سے استوار ہو گئے تھے۔ (ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی۔ نقوش رسول نمبر/ ج ۱۲، ص ۱۸۶)۔

۷۰۔ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے اپنے مقالے ''خفیہ تبلیغ کے عہد کا تجزیہ'' میں اہل ایمان کے نام اور متعلقہ تفصیلات کو پورے شرح و بسط سے بیان کر دیا ہے۔ (نقوش شمارہ ۱۴۱، ص ۴۲)

۷۱۔ دیکھئے: مولانا مودودی۔ سیرت سرور عالم/ ج ۲، ص ۱۵۵ تا ۱۶۱

۷۲ ابن سعد کے بیان میں کوئی صیغہ مجہول (یقال) نہیں پایا جاتا اور صاف لکھا ہے: ام الفضل رضی اللہ عنہا و کانت ام الفضل اول امرأۃ اسلمت بمکۃ بعد خدیجۃ رضی اللہ عنہابنت

خویلد (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ/ دار صادر، بیروت ۱۳۷۷ھ/ ج ۸، ص ۲۷۷

۷۳۔ یہ روایت بہت مشہور ہے کہ حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ۶ نبوی میں مشرف بہ اسلام ہوئے، اور یہ بھی معروف ہے کہ حضرت عمر کے ایمان لانے سے مسلمانوں کی تعداد ۴۰ ہوگئی تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ آپ ﷺ دار ارقم میں فروکش تھے اور جب کہ ہجرت حبشہ اول (رجب ۵ نبوی) اور ہجرت حبشہ دوم (۶ نبوی) واقع ہو چکی تھیں، اور یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کے صرف تین دن بعد اسلام قبول کیا تھا۔ اگر تین سالہ خفیہ عہد اور اس کے بعد قبول اسلام کی رفتار اور اہل ایمان کی کثرت کو دیکھا جائے تو یہ سب باتیں محل نظر قرار پاتی ہیں۔ دیار بکری نے تاریخ الخمیس میں ذکر اسلام حمزہ کی بحث میں یہ روایت نقل کی ہے کہ و کـــان اسلام **فی السنة الثانیة من المبعث** (ج ۱، ص ۲۹۴) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آنحضور کے دار ارقم میں قیام فرمانے کے بعد ۶ نبوی میں ایمان لائے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے تین دن پہلے کا واقعہ ہے۔ بہر حال مختلف الروایہ احادیث میں توافق ممکن ہے، جیسا کہ الذخائر العقبیٰ میں درج ہے (ایضاً)۔ عہد حاضر کے ایک سیرت نگار پیر محمد کرم شاہ الازہری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی تاریخ پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن حجر اور دوسرے حوالوں سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "صحیح قول کے مطابق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نبوت کے دوسرے سال مشرف بہ اسلام ہوئے، جس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نبوت کے دوسرے سال ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے تھے۔ (ضیاء النبی/ ج ۲، ص ۲۵۱ تا ۲۶۵) آثار وقرائن کے پیش نظر اسے بعید از قیاس نہیں کہا جا سکتا۔

۷۴۔ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی، عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت/ نقوش رسول نمبر/ ج ۵، ص ۴۰۵

۷۵۔ مولانا شبلی (سیرۃ النبی/ ج ۱، ص ۲۰۹، ۲۱۰) پھر آگے لکھا ہے کہ اسلام جب آہستہ آہستہ پھیلنا شروع ہوا تو قریش کا غیض وغضب ہر طرف سے سمٹ کر ان غریبوں پر ٹوٹا جن کا کوئی یار و مددگار نہ تھا، ان میں کچھ غلام اور کنیزیں تھیں، کچھ غریب الوطن تھے جو ایک دو پشت سے مکہ میں آ رہے تھے اور کچھ کمزور قبیلوں کے آدمی تھے۔ (ایضاً/ص ۲۲۴)

۷۶۔ ابن ہشام نے (ج ۱، ص ۳۳۹ تا ۳۴۲) ذکر **عدوان المشرکین علی المستضعفین ممن اسلم** کے تحت کل گیارہ حضرات وخواتین کو شمار کیا ہے، جن میں ایک جاریہ بنی مومل بھی شامل ہیں۔ جب کہ یعقوبی نے (تاریخ یعقوبی/ دار صادر بیروت/ ج ۲، ص ۲۸ پر) صرف آٹھ ضعفا کا ذکر کیا ہے۔ جب کہ ابن اثیر نے (تاریخ الکامل بہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۸۷ء ج ۱، ص ۵۸۸ تا ۵۹۱) میں) ذکر تعذیب المستضعفین من المسلمین کے تحت تقریباً ۱۳ حضرات کو شمار کیا ہے، جن میں حضرت بلال، حمامہ، عمار، یاسر، سمیہ نیز خباب بن الارت، صہیب بن سنان اور ابوفکیہہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کے علاوہ لبینہ کے نام کا بنی مومل بن حبیب بن عدی بن کعب کی کنیز کی حیثیت سے اندراج کیا ہے

،یعنی جسے ابن ہشام نے صرف جاریہ لکھا ہے،ابن اثیر نے اس کا نام بھی تحریر کر دیا ہے۔ابن کثیر نے السیرۃ النبویہ/ دارالتراث العربی بیروت/ ج۱،ص ۴۹۲ تا ۴۹۴ میں گیارہ کا شمار کیا ہے اور دوسری جگہ الفصول فی سیرۃ الرسول/ مکتبہ دارالتراث، ۱۴۰۳ھ میں مختصراً /ص ۹۹، ۱۰۰ پر صرف آٹھ کا نام لکھا ہے۔ جب کہ ابن حزم نے (جوامع السیرۃ/ دارنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور/ص ۵۴، ۵۵) گیارہ ضعفاء المسلمین کو شمار کیا ہے۔

۷۷۔ مولانا شبلی نے سیرۃ النبی ﷺ (۲۲۴ تا ۲۲۸) میں تیرہ خوتین و حضرات کو شمار کیا ہے۔اور حضرت عمر کی کنیز کی حیثیت سے نام لبینہ (ص ۲۲۷) لکھا ہے، ممکن ہے ابن ہشام نے جنھیں جاریہ بنی مومل لکھا ہے، ان کا اصل نام یہی ہو۔ یہ بات دونوں میں مشترک ہے (زمانہ کفر میں) حضرت عمر اپنی کنیز کو ترک اسلام پر مارتے مارتے تھک جاتے تھے، مگر وہ مومنہ ثابت قدم رہی ،حضرت ابوبکر نے انہیں خرید کر آزاد کیا تھا۔ابن اثیر نے بھی نام لبینہ لکھا ہے (دیکھئے سیرت، ج ۲،ص ۹۸)

۷۸۔ جدید مصنفین میں سے پیر محمد اکرم شاہ الازہری مولف ضیاء النبی نے (ص ۳۲۴ تا ۳۳۸) صرف نو حضرات کی ذکر فرمایا ہے اور ایک نام بطور کنیز لطیفہ کا لکھا ہے اور بتایا ہے کہ یہ عامر بن فہیرہ کی بہن تھیں اور حضرت عمر کی لونڈی۔ ممکن ہے یہ وہی ہوں جسے ابن ہشام نے جاریہ بنی مومل لکھا ہے، اور جسے ابن الاثیر اور مولانا شبلی نے لبینہ قرار دیا۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے بقول حضرت عمر کی ایک اور لونڈی بھی تھی جو مسلمان ہوگئی تھی اور انہیں بھی حضرت عمر خوب مارتے تھے۔(ص ۳۳۲) اگر یہ لبینہ سے مختلف تھیں تو ضعفا کے شمار میں ایک عدد کا مزید اضافہ ہو جائے گا، مولانا مودودی کی اہم کتاب سیرت سرور عالم میں دو ایسے حضرات کے نام شامل ہیں، جن کا دوسری کتب سیرت میں بالکل ذکر نہیں، اور ماخذ میں بھی اس حیثیت سے مذکور نہیں ۔ یہ دونوں حضرات (ج ۲،ص ۱۶۱) غیر قریشی تھے، یعنی حضرت محجن بن الادرع الاسلمی اور مسعود بن ربیعہ بن عمرو۔علامہ ابن حزم نے الرسالۃ الثانیۃ، اسماء الصحابۃ والرواۃ (ملحق جوامع السیرۃ) میں حضرت محجن بن الادرع کو اصحاب خمسۃ میں شمار کیا ہے (ص ۲۸۹) ابن سعد نے البتہ مسعود بن الربیع کے زیر عنوان یہ لکھا ہے کہ موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق کے نزدیک یہ مسعود بن ربیعہ تھا۔وہ حلیف بنی عبد مناف ابن زھرہ بن کلاب تھے۔اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے دار ارقم میں قیام فرمانے سے پہلے دولت ایمان سے مالا مال ہو چکے تھے۔ (ابن سعد ج ۳،ص ۱۲۸) فہرست کے حصہ دوم میں حضرت ام ایمن برکہ اور حضرت زید بن حارثہ کو اس لئے جگہ دی گئی ہے کہ ان میں سے حضرت ام ایمن برکۃ بن ثعلبہ کو آزاد غلاموں/ موالی میں شامل کیا ہے۔لیکن عام کتابوں اور ماخذ میں ان کو شامل نہیں کیا گیا، حضرت ام ایمن والد محترم جناب عبداللہ کے انتقال کے بعد بطور ورثہ حضرت ختمی مرتبت کے حصے میں آئیں، اور آں جنابؐ نے انہیں آزاد فرما دیا۔انہوں نے بچپن سے ہی آنحضور کو گود میں پالا تھا۔اور حضرت زید بن حارثہ کو حکیم بن حزام نے غلام کی حیثیت سے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پیش کیا اور نکاح کے بعد

انہوں نے حضرت زید کو حضور ﷺ کی خدمت میں دے دیا۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا۔ مگر وہ دامن مصطفیٰ سے اس طرح وابستہ رہے کہ اپنے باپ اور چچا کے ساتھ جانا گوارا نہ کیا اور متبنیٰ بن کر زید بن محمد مشہور ہوئے۔ (مزید تفصیل اور حالات کے لئے دیکھئے ذکر خدم رسول اللہ ﷺ ابن سعد ج ۱، ص ۴۹۷) حضرت زید بن حارثہ آزاد کردہ غلام کی حیثیت سے آنحضرت ﷺ کے دست حق پرست پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں شامل ہیں۔ طبری نے عروہ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ اول من اسلم زید بن حارثۃ (طبری۔ تاریخ الامم والملوک، مطبعہ استقامہ، قاہرہ ۱۳۵۸ھ۔ ج ۲ ص ۶۰) یعقوبی نے اول من اسلم میں گیارہ حضرات صحابہ کو شمار کیا ہے، اور حضرت زید کو حضرت ابوبکر سے پہلے ایمان لانے والوں میں تیسرے نمبر پر رکھا ہے۔ (ج ۲ ص ۲۳) اور جمال الحسینی نے اپنی کتاب روضہ الاحباب کی جلد اول میں حضرت زید کے ایمان کا مختصر بیان (ص ۸۳) اور پھر جلد دوم کے مقصد دوم کی ایک فصل کے تحت مفصل بحث کی ہے۔ ضعفاء المسلمین کی عمومی فہرستوں میں ان دونوں صحابہ زید بن حارثہ اور ام ایمن کا ذکر موجود نہیں ہے۔

۷۹۔ ڈاکٹر لیٰسین مظہر صدیقی (خفیہ تبلیغ کے عہد کا تجزیہ) نقوش شمارہ، ۱۴۱۱ء ص ۴۸

۸۰۔ مولانا مودودی نے حضرت ام ایمن برکتہ بنت ثعلبہ کو ان غلاموں اور لونڈیوں کی فہرست میں پہلے نمبر پر شمار کیا ہے (ج ۲ ص ۱۶۱) جنھوں نے خفیہ دعوت کے ان تین سالوں میں اسلام قبول کیا۔ ہم نے بھی اسی قبیل میں زید بن حارثہ کو بھی شامل کر دیا ہے کہ وہ تو بطور موالی اولین ایمان لانے والوں میں شامل تھے۔

۸۱۔ مزید تفصیلات اور حوالوں کے لئے دیکھئے: مودودی (ج ۲، ص ۴۲، ۵۔۱۵۵) الازھری (جلد ۲ ص ۲۱۔۳۳۳۸)

۸۲۔ ابن ہشام کے مطابق ان ضعفا صحابہ میں سے کہ کم از کم سات حضرات کو حضرت ابوبکر نے خرید کر آزاد فرمایا ۱۔ عامر بن فہیرہ، ۲۔ ام عبیس ۳۔ زنیرہ، ۴) نھدیہ، (۵) جاریہ مدل (۶) اور بلال (۷) ج ۱ (۴۱۔۳۴۰) لیکن بیہقی ابن اسحاق، عبدالبر، اور ابن حجر وغیرہ نے جو نام گنائے ہیں ان کو جمع کرنے سے ۱۹ افراد کی تعداد بنتی ہے (حضرت بلال والدہ حمامہ، عامر، عامر بن فیرہ، ابوفکیہ، لبینہ یا لبیہ، نھدیہ اور ان کی بیٹی، زنیرہ اور ام عبیس) (۸۳) حضرت ابوبکرؓ کو اس طرح غریب غلاموں اور لونڈیوں کی آزادی پر روپیہ خرچ کرتے دیکھ کر ان کے والد ابوقحافہ نے جو اس وقت تک مشرک تھے، ان سے کہا کہ بیٹا تم ان کمزوروں کو (خواہ مخواہ) آزاد کرا رہے ہو، اگر مضبوط و تنومند جوانوں کی آزادی پر یہی روپیہ خرچ کرتے تو وہ تمہارے لئے قوت بازو بن جاتے۔ (ابن ہشام ج ۱، ص ۳۴۱) حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ ابا جان میں محض خوشنودی رب کے لئے یہ کچھ کر رہا ہوں (اس میں ذاتی غرض شامل نہیں)

۸۴۔ سورۃ واللیل آیت ۵ تا ۷ میں ارشاد ہے ''پھر جس نے راہ خدا میں اپنا مال لٹایا، اور اسی سے ڈرتا رہا،

اور جس نے اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم آسان کردیں گے اس کے لئے آسان راہ' اور آگے فرمایا گیا (آیت ۱۷ تا ۲۰) ''جہنم کی اس آگ سے، دور رکھا جائے گا وہ نہایت پرہیزگار آدمی جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے۔ اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ اسے دینا ہو وہ تو صرف اپنے رب برتر کی رضا جوئی کے لئے یہ کر رہا ہے''

۸۵۔ ہجرت حبشہ اول (رجب ۵ھ) اور دوم (۶ نبوی) کے مواقع پر بالترتیب ۱۵ اور ۸۳ حضرات صحابہ نے ہجرت فرمائی اور عام خیال کے مطابق ظلم وستم سے عافیت حاصل کرنے کے لئے ہجرت کی اجازت دی گئی، لیکن بقول شبلی ایک عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ سب سے زیادہ مظلوم تھے اور جن کو انگاروں کے بستر پر سونا پڑا تھا یعنی حضرت بلالؓ عمارؓ یاسرؓ وغیرہ ان لوگوں کا نام مہاجرین حبش کی فہرست میں نظر نہیں آتا۔ اس لئے یا تو ان کی بے سروسامانی اس حد تک پہنچی تھی کہ سفر کرنا بھی ناممکن تھا، یا کہ درد کے لذت آشنا تھے اور اس لطف کو چھوڑ نہ سکتے تھے۔

دلم ز جور تو آسودہ است ومی نالم ۔۔۔ کہ غیرے نہ برد لذت خدنگ را

(شبلی/ ج ۲ص ۲۳۲)

۸۶۔ دیکھئے، واٹ: محمد ایٹ مکہ۔ (آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی ۱۹۷۹ء) سرداران مخالفت اور ان کے عزائم (ص ۱۳۳-۱۳۶) یہ امر قابل ذکر ہے کہ ابن اثیر نے شدید مخالفین ومستہزئین کی فہرست میں ابوجہل کو گیارہویں نمبر پر رکھا ہے (ابن الاثیر/ الکامل فی التاریخ۔ ج ۱ص ۵۹۴ھ)

۸۷۔ تاریخ وسیر کے ابتدائی اور ثانوی مآخذ میں سے ابن اسحاق نے سیرت میں کھلے دشمنوں کے نام ۲۳ شمار کئے ہیں (۱۴۸) ابن ہشام نے ''ذکر مالقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قومہ من الاذیٰ'' کے تحت (ج ۱ص ۳۸۰) جن موذین کی ایذارسانیوں کو قلمبند کیا ہے ان میں ابولہب اور اس کی بیوی سمیت دس اشخاص کا نام ہے، تاہم دو نام ایسے ہیں جو دوسرے ماخذ میں مذکور نہیں۔ یعنی ۱۔عبداللہ بن الزبعری السہمی اور (۲) الاخنس بن شریق (ص ۳۸ تا ۳۸۵) ابن سعد نے معروف مخالفین ومعاندین میں سے تیئس کو شمار کیا ہے (ج ۱ص ۲۰۱-۲۰۰ج) جس میں ایک نیا نام ابن الاصدی الھذلی بھی شامل ہے۔ ابن الحبیب البغدادی نے کتاب المحبر میں اعدائے خدا اور رسول کی درجہ بندی کرکے المستہزءون کے تحت پانچ اشخاص کی نشاندہی کی ہے، عاص بن وائل، الحارث بن قیس الکعبی، الاسود بن عبدالمطلب، اور الاسود بن عبد یغوث۔ المقتسمون (کے تحت ۱۷ افراد) اور زنادقۃ قریش (کے تحت ۸) اشخاص کا شمار کیا ہے درجہ بندی میں کئی نام مشترک ہونے کی بنا پر مکرر آئے ہیں جو بیک وقت کئی حیثیتوں میں کردار خبیثہ ظاہر کر رہے تھے، (مثلاً ولید بن المغیرہ اور نفر بن الحارث) دیکھئے محمد کتاب المحبر دائرۃ المعارف، عثمانیہ دکن (ص ۱۵۸) ابن حبیب کے یہاں ایک نیا نام (اوس بن معیر اخوابی محذورہ) مذکور ہے، جبکہ ابن حزم نے جوامع السیرۃ میں انیس بن معیر بن لوذان تحریر کیا ہے (ص ۴) نیز اذیت وعداوت کے علم بردار کھلے دشمنوں کی طویل فہرست دی ہے، جو ۳۰

معاندین ومخالفین پر مبنی ہے۔ اسی طرح ابن اثیر نے فہرست دشمنانان دعوت حق کے حصے میں شدید وخبیث سرداروں کے ناموں کے بعد کم عداوت کے رکھنے والوں میں ۵ (عتبہ، شیبہؓ وابوسفیان بن حارث، عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی اور ابوسفیان بن حرب) کو شمار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو کامل ج ۱ص ۵۹۶۔ ابن اثیر کے ہاں نیا نام رکانہ بن عبد یزید بن الحارث کا ہے جسے شدید دشمنوں میں شمار کیا ہے۔ (ایضا ۵۹۵) جبکہ بن کثیر نے عظماء المستہزین کے عنوان سے صرف پانچ زعمائے قریش کے اندراج پر اکتفا کیا ہے۔ یعنی ۱۔ الاسود بن عبد المطلب ۲۔ الاسود بن عبد یغوث، ۳۔ الولید بن المغیرہ ۴۔ العاص بن وائل اور ۵۔ حارث بن الطلاطلہ۔ (السیرۃ ج ۲ص ۸۶)

۸۸۔ ابن حزم ابن سعد نے عدوات رسول میں حد سے زیادہ بڑھ جانے والے لوگوں میں سے ابوجہل ابولہب ۲، عقبہ بن ابی معیط ۳ کو شمار کیا ہے (ج ۱ص ۲۰۱) ابن اسحاق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین کی مخاصمت کے باب میں ابوجہل کی طرف سے سجدۂ نماز کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر اوجھڑی رکھ دینے کے بعد اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ہٹائے جانے کے واقعہ کے بعد حضور ﷺ کی بددعا نقل کی ہے۔ (ابن اسحاق/ص ۲۲ تا ۲۲۳) الدیار بکری نے تاریخ الخمیس میں بطور خاص کفار ومشرکین کی طرف سے آنحضور کو پہنچنے والے مصائب وآلام کو ایک جگہ بیان کیا ہے۔ (ج ۱،ص ۳۹۳) اور ایک ہی دن میں ان کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا زچ کیا گیا کہ رحمت عالم ﷺ اللہ سے استغاثے پر مجبور ہو گئے کہ اے اللہ ان مشرکین سے تو ہی نمٹ سکتا ہے۔ **اللھم علیک بالملاء من قریش، اللھم علیک بعتبة بن ربیعة، اللھم علیک بشیبة بن ربیعة، اللھم علیک بابی جھل بن ھشام، اللھم علیک بعقبة بن ابی معیط، اللھم علیک بابی بن خلف او امیة بن خلف** ۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ یہ سب بدر کے دن قتل کئے گئے اور ایک کنواں (گڑھا) کھود کر اس میں ڈال دیئے گئے۔ (دیکھئے: الامام الشیخ حسین الدیار البکری۔ تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس/مؤسسۃ شعبان، بیروت/ج ۱،ص ۳۹۳)۔

۸۹۔ ابن سعد/ج ۱،ص ۲۰۱

۹۰۔ ایضاً/ص ۲۰۰۔

۹۱۔ دیکھئے کتاب المحبر /ص ۱۵۸ تا ۱۶۱۔ یہ درجہ بندی اور تقسیم بھی ایک طرح سے اضافی ہے۔ ورنہ حضور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور پیغام الٰہی سے بیر رکھنے میں کوئی کم نہیں تھا۔ موقع محل کے اعتبار سے دشمن کا رنگ ہلکا گہرا ہو جاتا تھا۔ ابن سید الناس کا یہ تبصرہ بالکل صحیح ہے: **کانوا اشد علی المومنین منارة بالاذی ومعھم سائر قریش فمنھم من یعذبون من لامتعه سر ولا جوار من قومه ومنھم من یوذون ولقی المسلمون من کفار قریش و حلفائھم من الاذی و العذاب و البلاء عظیما ورزقھم اللہ من الصبر علیٰ ذالک عظیم، لیدخر لھم ذالک**

فی الآخرۃ و یرفع بہ درجاتھم فی الجنۃ والاسلام فی کل ذالک یفشوا فی ذالک و یظھر فی الرجال و النساء (ابن سید الناس، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل و السیر/ دارالفکر/ ج۱،ص۱۱۱)۔

۹۲۔ ابن اسحاق نے نام سائب بن صفی بن عابد (۱۴۸) یہی نام ابن سعد نے سائب بن صفی بن عابد (ج۱،ص۲۰۱) تحریر کیا ہے جب کہ ابن حبیب البغدادی نے صیفی بن السائب لکھا ہے (ص۱۶۰) اس کی متابعت میں ابن حزم نے صیفی بن السائب (ص۵۴) نقل کیا ہے، نیز ابن سید الناس نے (ج۱، ص۱۱۱) اپنی فہرست میں ص۲۳ پر صیفی بن السائب ہی نقل کیا ہے۔

۹۳۔ ابن حبیب بغدادی کے یہاں یہ نام اوس بن معیر اخوابی محذورہ (ص۱۶۰، ۱۶۱) ہے، جب کہ ابن حزم کے مطابق انیس بن معیر بن لوذان (ص۵۴) اور ابن سید الناس کے یہاں انیس بن معیر اخا ابی محذورہ (ج۱،ص۱۱۱) لکھا گیا ہے۔

۹۴۔ ابن الحبیب بغدادی کے ہاں نام الحارث بن قیس الکعبی ہے (ص۱۵۹) جب کہ ابن اثیر نے الحارث بن قیس بن عدی تحریر کیا ہے (ج۲،ص۱۰۰) اور ابن حزم نے حارث بن عدی لکھا ہے (ص۵۴)۔

۹۵۔ ابن الاثیر کے بقول یہ مالک بن الطلاطلہ بن عمرو بن غبشان ہے (ص۱۱۰) ابن حزم کے ہاں نام حارث بن الطلاطلہ الخزاعی ہے (ص۵۲) جب کہ ابن کثیر نے بھی حارث بن الطلاطلہ لکھا ہے (ج۲،ص۸۶)۔

۹۶۔ النضر بن الحارث کو ابن سعد نے اہل العدواۃ میں ایسے لوگوں میں شمار کیا ہے جو دشمنی میں بہت آگے تھے۔ (ج۱،ص۲۰۱) ابن ہشام کے مطابق وہ شیاطین قریش میں سے اور ان لوگوں میں سے تھا، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچاتے تھے (ج۱،ص۳۲۱) ابن حبیب بغدادی نے اس کو المقتسمون اور زنادقہ قریش دونوں میں شمار کیا ہے (ص۱۶۰، ۱۶۱) یہ وہی تھا جو خانہ کعبہ میں تلاوت قرآن اور امم سابقہ کے تذکروں کے جواب میں رستم وسہراب، اسفندیار وملوک فارس کے قصے لوگوں کو سناتا تھا، اور کہتا تھا کہ دیکھو میرے قصے کہانیاں زیادہ عجیب و دلچسپ ہیں اور وہ ہاشمی و مطلبی تو کسی کا لکھا لکھایا پڑھ کر سناتا ہے اور وہ تو ''اساطیر الاولین'' ہے۔ اسی کے بارے میں قرآن نے وقالوا اساطیر الاولین کہہ کر اشارہ کیا اور وہ اس کے بارے میں آیات آیات ویل لکل افاک اثیم یسمع آیات اللہ تتلی علیہ ثم یصر مستکبرا کان لم یسمعھا...... نازل ہوئیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: ابن ہشام/ ج۱،ص۳۸۳، ۳۸۴)

۹۷۔ اگر ابن اسحاق کی فہرست اعدائے اسلام میں شامل ابن الاصدی الہذلی کو بھی شمار کر لیا جائے جسے ابن سعد نے بھی نقل کیا ہے (ج۱،ص۲۰۱) تو معاندین ومخالفین اسلام کی تعداد بیالیس تک پہنچ جاتی ہے، اور اس میں قریش کے حضری وبدوی قبائل کی نمائندگی بھی مکمل ہو جاتی ہے۔

۹۸۔ واٹ، محمد ایٹ مکہ (ص۹۳) نیز ارتقائے مخالفت کے باب میں دیکھئے: ص۱۳۴

Asad

Quality

- is what Nakshbandi weaves into Towels

Nakshbandi Industries Limited is engaged in the manufacturing of Prime quality towels in a comprehensive range. Bath towels, face towels, bathrobes, institutional and unicolour towels in Dobby, Jacquard, stripes,patterns in a variety of shade and sizes for retail institutional uses.

The company is the first Public limited Company in Pakistan having the Privilege of producing Terry Towels on World renown "Sulzer" Shuttleless Looms of Swiss Origin and "Gunne" Airjet Looms of German Origin along with machine range of continuous bleaching & dyeing, Pad Batch Dyeing and continuous finishing - Process Which is only available at ***Nakshbandi Industries Limited*** in Pakistan for Towels.

Nakshbandi Industries Limited is an Export-Oriented Industry and its entire operational concept is based on the ability of gaining and preserving the clients confidence which is created only through the degree of service, efficiency and product quality. Therefore rigid control is maintained throughout the production chain vigilant test are carried out from the selection of raw material to the finishing end to ensure colour fastness, fluffy softness, optimum absorbency and the ability to stand up to wash after wash.

Using state-of-the-art technology, and management and production control techniques, we are geared to fulfill the requirements of the most demanding customers around the world according to the specifications and as per agreed delivery schedules.

For trade enquiries, please contact:

Mr. Mustafa Teli / Mr. Junaid Marfani

NAKSHBANDI
INDUSTRIES LIMITED

177-A Sindhi Muslim Co-operative Housing Society, Karachi-74400, Pakistan.
Phone: 92 21 4540951-5 Lines Fax: 92 21 4540045
Factory: Phone: 92 21 5080648-52 Fax: 92 21 5082826-7
E.Mail: info@nakshbandi.com
Website: http://www.nakshbandi.com